لاحول ولا قوۃ الا باللہ

تفسیر ابن کثیر (اردو)

مصنفہ

علامہ ابن کثیر

ترجمہ قرآن پاک
حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمۃ

حواشی واضافات
مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دارالعلوم دیوبند
ابن
حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری
محدث دارالعلوم

جس پر
علمائے اسلام کا اتفاق ہے
کہ
اس کے بعد کی تمام تفاسیر قرآن
اس سے ماخوذ ہیں

پارہ ۸
ولو اننا
جز ۹

ناشر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

مکتبہ فیض القرآن دیوبند (یو۔پی)

آپ کی علمی، عصری اور اسلامی ضرورتوں کو پورا کرنیوالا
اور صحیح قرآن کریم و پارہ ہائے قرآن مجید، مستند و مفید
تفاسیر، اور اسلامی کتب کو فراہم و شائع کرنے والا اپنی نوعیت
کا واحد مرکز ہے
اس کی کامیابی و کامرانی کا راز آپ کی مخلصانہ خدمات
میں پوشیدہ ہے

(ناظم کتب خانہ)

طبع ششم ——— ایک ہزار

مطبوعہ ——— آزاد پرنٹنگ پریس دیوبند
ھدیہ ——— پانچ روپے

فہرست مضامین پارہ ۸

براہِ کرم

اپنا پتہ صاف اور خوش خط تحریر فرمائیے

انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں تحریر فرمائیں تو زیادہ اچھا ہے

الجزءُ الثامنُ

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ

اور ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور اُن سے مُردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات (غیبیہ)

كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ①

کو اُن کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لاکر جمع کر دیتے تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں

معاندین کے لئے اتمامِ حجت بھی کارآمد نہیں ہے

خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم اُن کے اس سوال کو جو وہ قسمیں کھا کھا کر کرتے ہیں کہ "اگر ہم نے معجزے دیکھ لئے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے" قبول بھی کرلیں اور فرشتوں کو بھیجدیں کہ وہ اللہ کی طرف سے رسول ہوکر اُن کے پاس آئیں اور انبیاء و رسل کے رسالت میں سچے ہونے کی خبر و گواہی بھی دیں تب بھی وہ کافر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔ یہ سب جھوٹ کہتے ہیں اور ایمان قبول نہ کرنے کے لئے حیلے بہانے بناتے ہیں جیسے کہ پہلے بھی بناتے رہے ہیں کہ "ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ تم (ہمیں عجیب و غریب باتیں دکھاؤ یعنی) یا تو زمین سے کوئی چشمہ جاری کرکے دکھاؤ۔ یا تمہارا کھجوروں، انگوروں وغیرہ جیسے پھلوں کا کوئی باغ ہو جس میں خوب نہریں بہتی ہوں یا اپنے دعوی کے مطابق ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ۔ یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔ یا تمہارا سونے چاندی کا کوئی گھر ہو یا ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ کر کوئی کتاب لاؤ" کبھی یوں کہنے لگتے ہیں کہ "جب تک ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو کہ اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے (یعنی اگلے نبیوں جیسے معجزے) ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے" اور کبھی یوں بہانے بناتے ہیں کہ "ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے یا ہم اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے کیوں نہیں دیکھتے۔" یہ لوگ در اصل اپنے دلوں میں اپنے آپ کو بڑا سمجھ رہے ہیں اور (اسی بنا پر) بڑے سرکش ہو رہے ہیں اور ان کی ایمان لانے کی نیت نہیں ہے۔ اگر مُردے بھی قبروں سے نکل کر یہ کہدیں کہ جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں وہ سب کچھ سچ اور حق ہے بلکہ مُردے تو کیا اگر کائنات کی ہر چیز اُن کے سامنے آکھڑی ہو اور اس بات کی گواہی دیدے تب بھی یہ لوگ خدا کی مشیت کے بغیر ایمان نہیں لائیں گے۔ کیونکہ ہدایت (دینا یا نہ دینا) خدا کے ہاتھ میں ہے نہ کہ اُن کے بس میں۔ وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت پر چلا دیتا ہے اُس سے کون پوچھ سکتا ہے کہ یہ کیا کیا۔ وہی صاحبِ علم و حکمت، اقتدارِ کامل اور قہر و غلبہ والا ہے۔ قُبُلًا ایک قرأت میں قِبَلًا آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں مقابلہ و معاینہ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ قُبُلًا اور قِبَلًا دونوں کے معنی ہیں مقابلہ، سامنا۔ ابن عباس رضؓ، قتادہ رحؒ اور ابن زید رحؒ یہی کہتے ہیں۔ لیکن مجاہد رحؒ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں افواجاً (گروہ گروہ) یعنی اگر سب اُمتیں ان کے سامنے یکے بعد دیگرے پیش کی جائیں اور وہ سب بتائیں کہ ہاں رسول سچے ہیں تب بھی وہ نہ مانیں گے اور یہ آیت اس آیت کی طرح ہے اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

ف یا جیسا کہ انبیاء سابقین پر پوری کی پوری کتاب ایک بار نازل ہوگئی تم پر بھی قرآن مجید یکبارگی نازل ہو ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

لَا یُؤْمِنُوْنَ الخ یعنی جن لوگوں کے بارے میں خدا کا حکمِ عذاب قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب (جہنم) نہ دیکھ لیں۔ خواہ ان کے پاس ہر طرح کی نشانی کیوں نہ آجائے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے کچھ آدمی اور کچھ جن جن میں سے بعضے دوسرے بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے

زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ

تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اسکو آپ رہنے دیجئے۔ اور تاکہ اس کی طرف

اَفْـــِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝

ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جاویں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ مرتکب ہو جاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے

دشمنانِ دین ہر اُمت میں ہوئے ہیں

ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تنگدل اور مغموم نہ ہوں جس طرح آپ کے زمانے کے یہ کفار آپ کی عداوت کرتے ہیں اسی طرح ہر نبی کے زمانے کے کفار اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہے جیسے اور آیت میں تسلی دیتے ہوئے فرمایا وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ الخ تجھ سے پہلے کے پیغمبروں کو بھی جھٹلایا گیا انہیں بھی ایذائیں پہنچائی گئیں جس پر انہوں نے صبر کیا۔ اور آیت میں کہا گیا ہے کہ تجھ سے بھی وہی کہا جاتا ہے جو تجھ سے پہلے کے نبیوں کو کہا گیا تھا۔ تیرا رب بڑی مغفرت والا ہے اور ساتھ ہی المناک عذاب کرنے والا بھی ہے اور آیت میں ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ہم نے گنہگاروں کو ہر نبی کے دشمن بنا دیئے ہیں۔ یہی بات ورقہ بن نوفل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہی تھی کہ آپ جیسی چیز جو بھی لے کر آیا اُس سے عداوت کی گئی۔ نبیوں کے دشمن شریر انسان بھی ہوتے ہیں اور جنات بھی۔ عَدُوًّا سے بدل شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ہے انسانوں میں بھی شیطان ہیں اور جنوں میں بھی۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے شیاطین انس و جن سے خدا کی پناہ مانگ لی؟ انہوں نے پوچھا کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ یہ حدیث منقطع ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اُس مجلس میں آپ دیر تک تشریف فرما رہے۔ مجھ سے فرمانے لگے ابوذر! تم نے نماز پڑھ لی؟ میں نے کہا یا رسول اللہ نہیں پڑھی۔ آپ نے فرمایا اُٹھو اور دو رکعت ادا کر لو۔ جب میں فارغ ہو کر آیا تو فرمانے لگے کیا تم نے انسانوں اور جنات کے شیاطین سے خدا کی پناہ مانگی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں اور وہ جنوں کے شیاطین سے بھی زیادہ شریر ہیں۔ اس میں انقطاع بھی ہے ایک متصل روایت مسند احمد میں مطوّل ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ واقعہ مسجد کا ہے۔

اور روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فرمان کے بعد یہ پڑھنا بھی مروی ہے کہ شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ الغرض یہ حدیث بہت سی سندوں سے روایت ہے جس سے قوتِ صحت کا فائدہ ہو جاتا ہے واللہ اعلم۔ عکرمہ رح سے مروی ہے کہ انسانوں میں شیطان نہیں جنات کے شیطان ایک دوسرے سے کانا پھوسی کرتے ہیں۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ انسانوں کے شیطان جو انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں اور جنوں کے شیطان جو جنوں کو گمراہ کرتے ہیں جب آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے سے اپنی کارگذاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے فلاں کو اس طرح بہکایا تو فلاں کو اس طرح بہکایا۔ ایک دوسرے کو گمراہی کے طریقے بتلاتے ہیں اس سے امام ابن جریر رح تو یہ سمجھے ہیں کہ شیطان تو جنوں میں سے ہی ہوتے ہیں لیکن بعض انسانوں پر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ بعض جنات پر۔ تو یہ مطلب عکرمہ رح کے قول سے تو ظاہر ہے ہاں سدی رح کے قول میں خفی ہے ایک قول میں عکرمہ اور سدی دونوں سے یہ مروی ہے کہ ابن عباس رض فرماتے ہیں جنات کے شیاطین ہیں جو انہیں بہکاتے ہیں۔ جیسے انسانوں کے شیاطین جو انسانوں کو بہکاتے ہیں

اور ایک دوسرے سے مل کر کہتے ہیں کہ اسے اس طرح بہکا۔ صحیح وہی ہے جو حضرت ابو ذر رضہ والی حدیث میں اوپر گذرا عربی میں ہر سرکش شریر کو شیطان کہتے ہیں۔ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کے کتے کو شیطان فرمایا ہے تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کتوں میں شیطان ہے۔ واللہ اعلم۔ مجاہد رح فرماتے ہیں جنوں کے کفار انسانوں کے کفار کے کانوں میں صور پھونکتے رہتے ہیں۔ عکرمہ رح فرماتے ہیں میں مختار بن ابی عبید کے پاس گیا اُس نے میری بڑی تعظیم و تکریم کی اپنے ہاں مہمان بنا کر ٹھیرایا رات کو بھی شاید اپنے ہاں سلاتا لیکن مجھ سے اُس نے کہا کر جاؤ لوگوں کو کچھ سناؤ۔ میں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے پوچھا آپ وحی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ میں نے کہا وحی کی دو قسمیں ہیں ایک اللہ کی طرف سے جیسے فرمان ہے بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۔ اور دوسری وحی شیطانی۔ جیسے فرمان ہے۔ شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ الخ اتنا سنتے ہی لوگ میرے اوپر پل پڑے قریب تھا کہ پکڑ کر مار پیٹ شروع کر دیں۔ میں نے کہا اسے ایسے تم میرے ساتھ کیا کرنے لگے؟ میں نے تو تمہارے سوال کا جواب دیا اور میں تو تمہارا مہمان ہوں۔ چنانچہ انھوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ مختار ملعون لوگوں سے کہتا تھا کہ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی بہن حضرت صفیہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھیں اور بڑی دیندار تھیں جب حضرت عبد اللہ رضہ کو مختار کا یہ قول معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے قرآن میں ہے کہ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰۗـِٕهِمْ ۔ یعنی شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی لیجاتے ہیں۔ الغرض ایسے متکبر سرکش جنات و انسان آپس میں ایک دوسرے کو دھوکے بازی کی باتیں سکھاتے ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر اور مشیت ہے وہ ان کی وجہ سے اپنے نبیوں کی اولو العزمی اپنے بندوں کو دکھا دیتا ہے تو اُن کی عداوت کا خیال بھی نہ کر۔ ان کا جھوٹ تجھے کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ تو خدا پر بھروسہ رکھ اُسی پر توکل اور اپنے کام اُسے سونپ کر بے فکر ہو جا وہ تجھے کافی ہے اور وہی تیرا مددگار ہے۔ یہ لوگ جو اس طرح کی خرافات کرتے ہیں یہ محض اس لئے کہ بے ایمانوں کے دل، اُن کی نگاہیں اور اُن کے کان ان کی طرف جھک جائیں وہ ایسی باتوں کو پسند کریں اس سے خوش ہو جائیں۔ بس ان کی باتیں وہی کرتے ہیں جنھیں آخرت پر ایمان نہیں ہوتا ایسے واصل جہنم ہونے والے بہکے ہوئے لوگ ہی ان غلط اور چکنی چپڑی باتوں میں پھنس جاتے ہیں پھر وہ کرتے ہیں جو ان کے قابل ہے۔

اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنیوالے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیجدی ہے اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے۔

الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۴ وَ

کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ (قرآن) آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجا گیا ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں اور

تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵

آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں۔

مومن غیر خدا کو خدا نہیں بنا سکتا

حکم ہوتا ہے کہ مشرک اللہ کے سوا دوسروں کی پرستش کر رہے ہیں اُن سے کہدیجئے کہ کیا ہم تم میں فیصلہ کرنے والا بجز اللہ تعالیٰ کے میں کسی اور کو تلاش کروں؟ اُسی نے تو صاف کھلے فیصلے کرنے والی کتاب نازل فرما دی ہے یہود و نصاریٰ جو صاحب کتاب ہیں اور جن کے پاس اگلے نبیوں کی بشارتیں ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ قرآن کریم خدا کی طرف سے حق کے ساتھ نازل شدہ ہے تجھے شکی لوگوں میں نہ ملنا چاہئے۔ جیسے فرمان ہے۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الخ یعنی ہم نے جو کچھ وحی تیری طرف اُتاری ہے اگر تجھے اس میں شک ہو تو جو لوگ اگلی کتابیں پڑھتے ہیں تو اُن سے پوچھ لے یقین مان کہ تیرے رب کی جانب سے تیری طرف حق اُتر چکا ہے پس تو شک کرنے والوں میں نہ ہو۔ یہ شرط ہے اور شرط کا واقع ہونا کچھ ضروری نہیں اسی لئے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ میں شک کروں نہ کسی سے سوال کروں بلکہ تیرے

سب کی باتیں پوری ہیں صداقت میں جو کچھ کہا گیا اور عدالت میں جو کچھ حکم دیا گیا۔ وہ صادق ہیں خبروں میں۔ اور عادل ہیں احکام میں۔ جو خبریں اُس نے بیان کی ہیں وہ بلاشبہ درست ہیں اور جو حکم فرمایا ہے وہ سراسر عدل ہے اور جس چیز سے روکا ہے وہ یکسر باطل ہے کیونکہ وہ جس چیز سے روکتا ہے وہ برائی والی ہی ہوتی ہے جیسے فرمان ہے یَأْمُرُھُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰھُمْ عَنِ الْمُنْکَرِ وہ انہیں بھلی باتوں کا حکم دیتا ہے اور بری باتوں سے روکتا ہے الخ کوئی نہیں جو اُس کے فرمان کو بدل سکے۔ اُس کے حکم اٹل ہیں۔ دنیا میں کیا اور آخرت میں کیا۔ اُس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا۔ اُس کا تعاقب کوئی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے بندوں کی باتیں سنتا ہے اور اُن کی حرکات و سکنات کو بخوبی جانتا ہے ہر عامل کو اُس کے برے بھلے عمل کا بدلہ وہ ضرور دے گا۔

وان تطع اکثر من فی الارض یضلوک عن سبیل اللہ ان یتبعون الا الظن وان ھم الا یخرصون ۝٦ ان ربک ھو اعلم من یضل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین ۝٧

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ بالیقین آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں

یہ گمراہی ہے

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اکثر لوگ دنیا میں گمراہ کن ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَھُمْ اَکْثَرُ الْاَوَّلِیْنَ اور جگہ ہے وَمَآ اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ۔ گو تو حرص کر لے لیکن اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ پھر یہ لوگ اپنی گمراہی میں بھی کسی یقین پر نہیں صرف باطل گمان اور بیکار اٹکلیں ہیں اندازے سے باتیں بنا لیتے ہیں پھر ان کے پیچھے ہو لیتے ہیں خیالات کے بندے ہیں۔ توہم پرستی میں گھرے ہوئے ہیں۔ یہ سب مشیت الٰہی ہے وہ گمراہوں کو بھی جانتا ہے اور اُن پر گمراہیاں آسان کر دیتا ہے وہ راہ یافتہ لوگوں سے بھی خوب واقف ہے اور ان کیلئے ہدایت آسان کر دیتا ہے ہر شخص پر وہی کام آسان ہوتے ہیں جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

فکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ ان کنتم بایتہ مؤمنین ۝٨ وما لکم الا تاکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیہ وان کثیرا لیضلون باھوائھم بغیر علم ان ربک ھو اعلم بالمعتدین ۝٩

سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔ اور تم کو کون امر اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

حرمت و حلت میں شارع کا فیصلہ نافذ ہے

حکم بیان ہو رہا ہے کہ جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اُسے کھا لیا کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس جانور کے ذبیحے کے وقت نام خدا نہ لیا گیا ہو اُس کا کھانا مباح نہیں۔ جیسے مشرکین از خود مرا ہوا مردار جانور اور بتوں اور تھانوں پر ذبح کیا ہوا جانور کھا لیا کرتے تھے۔ کوئی وجہ نہیں کہ جن حلال جانوروں کو شریعت کے حکم کے مطابق ذبح کیا جائے اُس کے کھانے میں حرج سمجھا جائے بالخصوص اُس وقت کہ ہر حرام جانور کا بیان کھول کھول کر کر دیا گیا ہے فَصَّلَ کی دوسری قرأت فَصَلَ ہے وہ حرام جانور کھانے ممنوع ہیں سوائے مجبوری اور سخت بے بسی کے کہ اُس وقت جو مل جائے اُس کے کھا لینے کی اجازت ہے۔ پھر کافروں کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ مردار جانور کو اور ان جانوروں کو جن پر خدا کے سوا دوسروں کے نام لئے گئے ہوں حلال جانتے تھے۔ یہ لوگ بلا علم صرف خواہش پرستی کر کے دوسروں کو راہ حق سے ہٹا رہے ہیں۔ ایسوں کی افترا پردازی دروغ بافی اور زیادتی کو خدا بخوبی جانتا ہے۔

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ (۱۰)

اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو۔ بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کئے کی عنقریب سزا ملے گی۔

گناہ چھوڑ دو

ظاہری اور باطنی گناہوں کو ترک کر دو۔ چھوٹے بڑے پوشیدہ اور ظاہر گناہ کو چھوڑ دو۔ نہ کھلی بدکار عورتوں کے ہاں جاؤ نہ چوری چھپے بدکاریاں کرو۔ کھلم کھلا اُن عورتوں سے نکاح نہ کرو جو تم پر حرام کر دی گئی ہے۔ غرض ہر گناہ سے دور رہو۔ کیونکہ ہر بدکاری کا بُرا بدلہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ گناہ کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو نہ چاہے کہ کسی کو اس کی اطلاع ہو جائے۔

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ ۗ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ

اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ امر بے حکمی ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو

۱۴
إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ ۖ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ (۱۱) ع
۱۱

تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے (بیکار) جدال کریں۔ اور اگر (خدانخواستہ) تم اُن لوگوں کی اطاعت (عقائد و افعال میں) کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔

یہ حرام ہے

یہی آیت ہے جس سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ گو کسی مسلمان نے ہی ذبح کیا ہو لیکن اگر بوقتِ ذبح نام خدا نہیں لیا تو اُس ذبیحے کا کھانا حرام ہے۔ اس بارے میں علماء کے تین قول ہیں۔ ایک تو یہی جو مذکور ہوا خواہ جان بوجھ کر نام خدا نہ لیا ہو یا بھول کر۔ اس کی دلیل آیت فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ۔ یعنی جس شکار کو تمہارے شکاری کتے روک رکھیں تم اُسے کھالو اور اللہ کا نام اُس پر لو۔ اس آیت میں اسی کی تاکید کی اور فرمایا کہ یہ کھلی نافرمانی ہے یعنی اُس کا کھانا۔ یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا۔ حدیثوں میں بھی شکار کے اور ذبیحے کے متعلق حکم وارد ہوا ہے۔ آپ فرماتے ہیں جب تو اپنے سدھائے ہوئے کتے کو اللہ کا نام لے کر چھوڑے جس جانور کو وہ تیرے لئے پکڑ کر روک لے تو اُسے کھالے۔ اور حدیث میں ہے جو چیز خون کو بہادے اور خدا کا نام بھی اُس پر لیا گیا ہو اُسے کھا لیا کرو۔ جنوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تمہارے لئے ہر وہ ہڈی ہے جس پر نام خدا لیا جائے۔ عید کی قربانی کے متعلق آپ کا ارشاد مروی ہے کہ جس نے نماز عید پڑھنے سے پہلے ہی ذبح کر لیا وہ اُس کے بدلے دوسرا جانور ذبح کرے۔ اور جس نے قربانی نہیں کی وہ ہمارے ساتھ عید کی نماز پڑھے پھر خدا کا نام لے کر اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کرے چند لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بعض نومسلم ہمیں گوشت دیتے ہیں۔ کیا خبر انھوں نے اُن جانوروں کے ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام بھی لیا یا نہیں؟ تو آپ نے فرمایا تم اُس پر نام خدا لو اور کھالو۔ الغرض اس حدیث سے بھی یہ مذہب قوی ہوتا ہے کیونکہ صحابہ رض نے بھی سمجھا کہ بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے اور یہ لوگ احکام اسلام سے صحیح طور پر واقف نہیں ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں کیا خبر خدا کا نام لیتے بھی ہیں یا نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بطور مزید احتیاط کے فرما دیا کہ تم خود نام خدا لے لو تاکہ بالفرض انھوں نے نہ بھی لیا ہو تو یہ اُس کا بدلہ ہو جائے۔ ورنہ ہر مسلمان پر ظاہری نیک ظنی ہی ہوگی۔ دوسرا قول اس مسئلہ میں یہ ہے کہ بوقتِ ذبح بسم اللہ کا پڑھنا شرط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ تو اگر چھوٹ جائے گو وہ عمداً ہو یا بھول کر کوئی حرج نہیں۔ اس آیت میں جو فرمایا گیا ہے کہ یہ فسق ہے اس کا مطلب لوگ یہ لیتے ہیں کہ اس سے مُراد غیر اللہ کے لئے ذبح کیا ہوا جانور ہے جیسے اور آیت میں ہے أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ۔ بقول عطا اُن جانوروں سے روکا گیا ہے جنھیں کفار اپنے معبودوں کے نام ذبح کرتے تھے اور مجوسیوں کے ذبیحے سے بھی ممانعت کر دی گئی ہے اس کا جواب بعض متأخرین نے یہ بھی دیا ہے کہ وَإِنَّهُ میں واؤ حالیہ ہے تو فسق اُسی وقت ہوگا جب اُسے غیر اللہ کے نام کا مان لیں اور یہ واؤ عطف کا ہو نہیں سکتا ورنہ اس سے جملہ اسمیہ خبریہ کا عطف جملہ فعلیہ طلبیہ پر لازم آئے گا۔ لیکن یہ دلیل

اس کے بعد کے جملے وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ سے ہی ٹوٹ جاتی ہے اس لئے کہ وہ تو یقیناً عاطفہ جملہ ہے تو جس اگلے واؤ کو حالیہ کہا گیا ہے اگر اُسے حالیہ مان لیا جائے تو پھر اُس پر اس جملے کا عطف ناجائز ہوگا اور اگر اسے پہلے کے طلبیہ جملے پر عطف ڈالا جائے تو جو اعتراض یہ دوسرے پر وارد کرتے تھے وہی ان پر پڑے گا۔ ہاں اگر اُس واؤ کو حالیہ نہ مانا جائے تو یہ اعتراض ہٹ سکتا ہے لیکن جوابات اور دعویٰ بھاد سرے سے باطل ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ ابن عباس رض کا قول ہے۔ مراد اس سے مردار جانور ہے جو اپنی موت آپ مر گیا ہو۔ اس مذہب کی تائید ابو داؤد کی ایک مرسل حدیث سے بھی ہو سکتی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اُس نے خدا کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ لیتا تو خدا کا نام ہی لیتا اس کی تائید دارقطنی کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا جب مسلمان ذبح کرے اور اللہ کا نام نہ ذکر کرے تو کھا لیا کرو کیونکہ مسلمان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اسی مذہب کی دلیل میں وہ حدیث بھی پیش ہو سکتی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نو مسلموں کے ذبیحے کے کھانے کی جس میں دونوں احتمال تھے آپ نے اجازت دی۔ تو اگر بسم اللہ کا کہنا شرط اور لازم ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق کرنے کا حکم دیتے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کا کہنا بوقت ذبح بھول گیا ہے تو ذبیحہ حلال ہے اور اگر قصداً جان بوجھ کر نہیں کہی تو حلال نہیں۔ ہدایہ میں لکھا ہے کہ امام شافعی رح سے پہلے اس بات پر اجماع تھا کہ جس ذبیحہ پر عمداً بسم اللہ نہ کہی جائے وہ حرام ہے اسی لئے امام ابو یوسف اور مشائخ نے کہا ہے کہ اگر کوئی حاکم اسے بیچنے کا حکم بھی دے تو وہ حکم جاری نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ حکم اجماع کے خلاف ہے۔ لیکن صاحب ہدایہ کا یہ قول محض غلط ہے[ف]۔ امام شافعی رح سے پہلے بھی بہت سے ائمہ اس کے خلاف تھے۔ چنانچہ اوپر جو دوسرا مذہب بیان ہوا ہے کہ بسم اللہ پڑھنا شرط نہیں بلکہ یہ مستحب ہے۔ یہ امام شافعی رح کا اُن کے سب ساتھیوں کا اور ایک روایت میں امام احمد رح کا اور امام مالک رح کا اور اشہب بن عبدالعزیز کا مذہب ہے اور یہی بیان کیا گیا ہے حضرت ابن عباس رض حضرت ابو ہریرہ رض حضرت عطا بن ابی رباح رح سے پھر اجماع کا دعویٰ کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ امام ابو جعفر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ حرام کہا ہے انھوں نے علاوہ اور دلائل کے خلاف کرنے کے اُس حدیث کے بھی خلاف کیا ہے جو ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلم کو اُس کا نام ہی کافی ہے۔ اگر وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام ذکر کرنا بھول گیا تو اللہ کا نام لے اور کھالے۔ یہ حدیث بیہقی میں ہے۔ لیکن اس کا مرفوع روایت کرنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبیداللہ بن خرزی کی ہے۔ ہیں تو یہ صحیح مسلم کے راویوں میں سے مگر سعید بن منصور اور عبداللہ بن زبیر حمیدی اسے عبداللہ بن عباس سے موقوف روایت کرتے ہیں بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ شعبی اور محمد بن سیرین اُس جانور کا کھانا مکروہ جانتے تھے جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو گو بھول سے ہی رہ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ سلف کراہیت کا اطلاق حرمت پر کرتے تھے۔ واللہ اعلم۔ ہاں یہ یاد رہے کہ امام ابن جریر رح کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ اُن دو ایک قولوں کو کوئی چیز نہیں سمجھتے جو جمہور کے مخالف ہوں اور ایسی صورت میں اجماع شمار کرتے ہیں۔ واللہ الموفق۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ میرے پاس بہت سے پرند ذبح شدہ آئے ہیں ان میں سے بعض کے ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھی گئی ہے اور بعض پر بھول سے رہ گئی ہے اور سب خلط ملط ہو گئے ہیں۔ آپ نے فتویٰ دیا کہ سب کھا لو۔ پھر محمد ابن سیرین رح سے یہی سوال ہوا تو آپ نے فرمایا جن پر نام خدا ذکر نہیں کیا گیا اُنھیں نہ کھاؤ۔ اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کی خطا کو بھول کو اور جس کام پر جبر و زبردستی کی جائے اُس کو معاف کر دیا ہے۔ لیکن اس میں تامل ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ یا رسول اللہ بتلائیے تو اگر ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے؟ آپ نے فرمایا اللہ کا نام ہر مسلمان کے دل میں ہے (یعنی وہ حلال ہے) لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے۔ مروان بن سالم ابو عبداللہ شامی اس حدیث کا راوی ہے اور ان پر بہت سے ائمہ نے جرح کی ہے۔ واللہ اعلم میں نے اس مسئلہ

ف افسوس کہ ابن کثیر نے ان دلائل کا قطعاً خیال نہیں کیا جو صاحب ہدایہ اور دوسرے احناف نے اس موقع پر پیش کی ہیں یہ صرف صاحب ہدایہ کا دعویٰ نہیں بلکہ احناف کی تمام کتابوں میں عموماً اس کا ذکر آیا ہے۔ ابن کثیر نے اس موقع پر ادعائی لب و لہجہ میں جو گفتگو کی ہے وہ ان کی مذہبی عصبیت کی آئینہ دار ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

ایک مستقل کتاب لکھی ہے اُس میں تمام مذاہب اور ان کے دلائل وغیرہ بسط سے لکھے ہیں اور پوری بحث کی ہے۔ عام اہل علم تو کہتے ہیں کہ اس آیت کا کوئی حصہ منسوخ نہیں لیکن بعض حضرات کہتے ہیں اس میں سے اہل کتاب کے ذبیحے کا استثنا کر لیا گیا ہے اور اُن کا ذبح کیا ہوا ہمارے لئے حلال ہے۔ تو گو وہ اپنی اصطلاح میں اسے نسخ سے تعبیر کریں، لیکن دراصل یہ ایک مخصوص صورت ہے پھر فرمایا کہ شیطان اپنے دلیوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضہ سے جب کہا گیا کہ مختار کہتا ہے کہ اُس کے پاس وحی آتی ہے تو آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا وہ ٹھیک کہتا ہے شیطان بھی اپنے دوستوں کی طرف وحی کرتے ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ اُس وقت مختار حج کو آیا ہوا تھا۔ ابن عباس رضہ کے اس جواب سے کہ وہ سچا ہے اُس شخص کو سخت تعجب ہوا اُس وقت آپ نے تفصیل بیان فرمائی کہ ایک تو خدا کی وحی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئی اور ایک شیطانی وحی ہے جو شیطان کے دوستوں کی طرف آتی ہے شیطانی وساوس کو لے کر لشکر شیطان اللہ والوں سے جھگڑتے ہیں چنانچہ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ کیا اندھیر ہے کہ ہم اپنے ہاتھ سے مارا ہوا جانور تو کھالیں اور جسے خدا مار دے یعنی اپنی موت آپ مر جائے اُسے نہ کھائیں؟ اس پر یہ آیت اُتری اور بیان فرمایا کہ وجہ حلت ذکر نام خدا ہے۔ لیکن یہ قصہ تامل طلب اوّلاً اس وجہ سے کہ یہودی از خود مرے ہوئے جانور کا کھانا حلال نہیں جانتے تھے۔ دوسرے اس وجہ سے بھی کہ یہودی تو مدینے میں تھے اور یہ پوری سورت مکہ میں اُتری ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ حدیث ترمذی میں مروی تو ہے لیکن مرسل۔ طبرانی میں ہے کہ اس حکم کے نازل ہونے کے بعد کہ جس پر نام خدا لیا گیا ہو اسے کھالو اور جس پر نام خدا نہ لیا گیا ہو اُسے نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریشیوں سے کہلوا بھیجا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ جھگڑیں اور کہیں کہ جسے تم اپنی چھری سے ذبح کرو وہ تو حلال۔ اور جسے اللہ تعالیٰ سونے کی چھری سے خود ذبح کرے وہ حرام؟ یعنی میتہ از خود مرا ہوا جانور۔ اس پر یہ آیت اُتری۔ پس شیاطین سے مراد فارسی ہیں اور ان کے اولیا قریشی ہیں۔ اور بھی اس طرح کی بہت سی روایتیں ہیں کئی ایک سندوں سے مروی ہیں اور کسی میں بھی یہود کا ذکر نہیں۔ پس صحیح یہی ہے کیونکہ آیت مکی ہے اور یہود مدینے میں تھے اور اس لئے بھی کہ یہودی خود مُردار خوار نہ تھے۔ ابن عباس رضہ فرماتے ہیں جسے تم نے ذبح کیا یہ تو وہ ہے جس پر نام خدا لیا گیا اور جو از خود مر گیا وہ وہ ہے جس پر نام خدا نہیں لیا گیا۔ مشرکین قریش فارسیوں سے خط و کتابت کر رہے تھے اور رومیوں کے خلاف انہیں مشورے اور امداد پہنچاتے تھے اور فارسی قریشیوں سے خط و کتابت رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف انہیں ہم کساتے اور ان کی امداد کرتے تھے اسی میں انھوں نے مشرکین کی طرف یہ اعتراض بھی لکھ بھیجا تھا اور مشرکین نے صحابہ رضہ سے یہی اعتراض کیا اور بعض صحابہ رضہ کے دل میں بھی یہ بات کھٹکی اس پر یہ آیت اُتری۔ پھر فرمایا اگر تم نے ان کی تابعداری کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے کہ تم نے خدا کی شریعت اور فرمان قرآن کے خلاف دوسرے کی بات مان لی اور یہی شرک ہے کہ خدا کے قول کے مقابل دوسرے کا قول مان لیا جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ یعنی انھوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا بنا لیا ہے ترمذی میں ہے کہ جب حضرت عدی بن حاتم رضہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضور انھوں نے ان کی عبادت کبھی نہیں کی تو آپ نے فرمایا۔ انھوں نے حرام کو حلال کہا اور حلال کو حرام کہا اور انھوں نے ان کا کہنا مانا یہی عبادت ہے۔

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ

ایسا شخص جو کہ پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے

لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱)

ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا　اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں

مومن اور کافر مثال کے آئینہ میں

مومن اور کافر کی مثال بیان ہو رہی ہے ایک تو وہ جو پہلے مردہ تھا

یعنی کفر و گمراہی کی حالت میں حیران و سرگرداں تھا اللہ نے اُسے زندہ کیا۔ ایمان و ہدایت بخشی اتباعِ رسول کا چسکا دیا، قرآن جیسا نور عطا فرمایا جس کے منور احکام کی روشنی میں وہ اپنی زندگی گذارتا ہے اسلام کی نورانیت اُس کے دل میں رچ گئی ہے۔ دوسرا وہ جو جہالت و ضلالت کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے جو اُن میں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح مسلم و کافر میں بھی تفاوت ہے نور و ظلمت کا فرق اور ایمان کفر کا فرق ظاہر ہے اور آیت میں ہے اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایمان داروں کا ولی اللہ تعالیٰ ہے وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور کافروں کے ولی طاغوت ہیں جو اُنہیں نور سے ہٹا کر اندھیروں میں لے جاتے ہیں یہ ابدی جہنمی ہیں۔ اور آیت میں ہے اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُکِبًّا عَلٰی وَجْھِہٖ یعنی خمیدہ قد والا ٹیڑھی راہ چلنے والا اور سیدھے قامت والا سیدھی راہ چلنے والا کیا برابر ہیں؟ اور آیت میں ہے ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور سننے دیکھنے کی طرح ہے کہ دونوں میں فرق نمایاں ہے۔ افسوس پھر بھی تم عبرت حاصل نہیں کرتے۔ اور جگہ فرمان ہے اندھا اور بینا، اندھیریاں اور روشنی سایہ اور دھوپ زندے اور مُردے برابر نہیں اللہ جسے چاہے سُنا دے لیکن تو قبر والوں کو سُنا نہیں سکتا تو تو صرف آگاہ کر دینے والا ہے اور بھی آیتیں اس مضمون کی بہت سی ہیں اس سورت کے شروع میں ظلمات اور نور کا ذکر تھا اسی مناسبت سے یہاں بھی مومن اور کافر کی یہ مثال بیان فرمائی گئی۔ بعض کہتے ہیں مُراد اس سے دو خاص معین شخص ہیں جیسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہ یہ پہلے گمراہ تھے اللہ نے انہیں اسلام کی زندگی بخشی اور انہیں نور عطا فرمایا جسے کر لوگوں میں چلتے پھرتے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ظلمات میں جو پھنسا ہوا ہے اس سے مراد ابو جہل ہے۔ صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے ہر مومن اور کافر کی مثال ہے کافروں کی نگاہ میں اُن کی اپنی جہالت و ضلالت اسی طرح آراستہ و پیراستہ کر کے دکھائی جاتی ہے یہ بھی خدائے تعالیٰ کی قضا و قدر ہے کہ وہ اپنی بُرائیوں کو ہی اچھائیاں سمجھتے ہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا کر کے پھر اپنا نور اُن پر ڈالا جسے اُس نور کا حصہ ملا اُس نے دنیا میں آ کر راہ پائی اور جو وہاں محروم رہا۔ وہ یہاں بھی بہکا ہوا ہی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ خدا اپنے بندوں کو اندھیروں سے اُجالے کی طرف لے جاتا ہے اور جیسے فرمان ہے اندھا اور بینا اور اندھیرا اور روشنی برابر نہیں۔

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا فِیْ کُلِّ قَرْیَۃٍ اَکٰبِرَ مُجْرِمِیْھَا لِیَمْکُرُوْا فِیْھَا ۭ وَمَا یَمْکُرُوْنَ اِلَّا

اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں۔ اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ

بِاَنْفُسِھِمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ⑫ وَاِذَا جَآءَتْھُمْ اٰیَۃٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی

شرارت کر رہے ہیں اور اُن کو ذرا خبر نہیں اور جب اُن کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی

مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ رُسُلُ اللّٰہِ ۘ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ ۭ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ

ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے اس موقع کو تو خدا ہی خوب جانتا ہے کہاں اپنا پیغام بھیجنا ہے۔ عنقریب اُن لوگوں کو جنہوں نے

اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰہِ وَعَذَابٌ شَدِیْدٌۢ بِمَا کَانُوْا یَمْکُرُوْنَ ⑬

یہ جرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی اور سزائے سخت اُن کی شرارتوں کے مقابلے میں

سرکشی کرنے والے ختم ہو جائیں

ان آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تسکین فرماتا ہے اور ساتھ ہی کفار کو تنبیہ کرتا ہے فرماتا ہے کہ جیسے آپ کی اس بستی میں رؤساء کفر موجود ہیں جو دوسروں کو بھی دین برحق سے روکتے ہیں اسی طرح ہر پیغمبر کے زمانے میں اُس کی بستی کے کفر کے ستون اور مرکز رہتے ہیں لیکن آخر ش وہ غارت و برباد ہوتے ہیں اور [illegible] بیچارے نبیوں کا ہی ابھار رہتا ہے جیسے فرمایا کہ ہر زمانے کے دشمنی والے [illegible] کہ زمانے کے گنہگار رئیسوں اور آیت میں ہے کہ ہم جب کسی بستی کو تباہ کرنا چاہتے ہیں تو

وہاں کے رئیس سو لوگ کسی بھی چیز کا عقیدہ کرتے ہیں جس میں وہ کھلم کھلا ہماری نافرمانی کرتے ہیں۔ اگر پس طاعت سے گریز کرنے پر عذابوں میں گھر جاتے ہیں
وہاں کے شریر لوگ اوج پر آجاتے ہیں پھر بستی ہلاک ہوتی ہے اور قسمت کا اَن مٹ لکھا سامنے آجاتا ہے چنانچہ اور آیتوں میں ہے کہ جہاں کہیں
کوئی پیغمبر آیا وہاں کے رئیسوں اور بڑے لوگوں نے جھٹ سے کہہ دیا کہ ہم تمہاری رسالت کے منکر ہیں، مال میں اولاد میں ہم تم سے زیادہ ہیں اور ہم
بھی مانتے نہیں کہ ہمیں سزا ہو۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے جس بستی میں جس رسول کو بھیجا وہاں کے بڑے لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے تو جس طریقے پر اپنے
بڑوں کو پایا ہے ہم تو اسی پر چلیں گے۔ مکر سے مراد گمراہی کی طرف بلانا ہے اور اپنی میٹھی میٹھی باتوں میں لوگوں کو پھنسانا ہے جیسے قوم نوح کے بارے میں
وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ؏ قیامت کے دن بھی جبکہ یہ ظالم خدا کے سامنے کھڑے ہوں گے ایک دوسرے کو موردِ الزام ٹھیرائیں گے چھوٹے لوگ بڑے لوگوں
کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مسلمان ہو جاتے اور وہ بھی جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا؟ نہیں بلکہ تم تو خود گنہگار تھے۔ یہ کہیں گے تمہاری
دن رات کی فتنہ انگیزیوں نے اور کفر و شرک کی دعوت نے ہمیں کھو دیا الخ مکر کے معنی حضرت سفیانؒ نے ہر جگہ عمل کے کئے ہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ ان کے مکر کا
وبال انہی پر پڑے گا لیکن انہیں اس کا شعور نہیں۔ جن لوگوں کو انہوں نے بہکایا اُن کا وبال بھی انہی کے دوش پر ہوگا جیسے فرمان ہے۔ وَلَيَحْمِلُنَّ
أَثْقَالَهُمْ مَعَ أَثْقَالِهِمْ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ اُن کے بوجھ بھی ڈھوئیں گے جن کو بے علمی کے ساتھ انہوں نے بہکایا تھا۔ جب کوئی نشان اور دلیل
ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ کچھ بھی ہو جب تک خدا کا پیغام فرشتے کی معرفت خود ہمیں نہ آئے ہم تو باور کرنے والے نہیں۔ کہا کرتے تھے کہ ہم پر فرشتے کیوں نازل
نہیں ہوتے؟ خدا ہمیں اپنا دیدار کیوں نہیں دکھاتا۔ حالانکہ رسالت کے اہل مستحق کو خدا بہتر طریقہ پر جانتا ہے ان کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ ان
بستیوں میں سے کسی بڑے رئیس پر یہ قرآن کیوں نہ اترا؟ جس کے جواب میں اللہ عزوجل نے فرمایا کیا تیرے رب کی رحمت کے تقسیم کرنے والے
وہی ہیں الخ پس مکے یا طائف کے کسی رئیس پر قرآن کے نازل نہ ہونے سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحقیر کا ارادہ کرتے تھے اور یہ
ضد اور تکبر کی بنا پر تھا جیسے فرمان ہے کہ تجھے دیکھتے ہی یہ لوگ مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کا ذکر
کیا کرتا ہے؟ یہ لوگ ذکر رحمن کے منکر ہیں۔ کہا کرتے تھے کہ اچھا یہی ہیں جنہیں اللہ نے اپنا رسول بنایا؟ نتیجہ یہ ہوا کہ ان مسخروں کا مسخرہ
انہی پر الٹ پڑا۔ انہیں ماننے بنتا تھا کہ آپ شریف النسب ہیں آپ سچے اور امین ہیں یہاں تک کہ نبوت سے پہلے قوم کی طرف سے آپ کو امین
کا خطاب ملا تھا۔ ابو سفیان جیسے ان کافر قریشیوں کے سردار نے بھی دربارِ ہرقل میں بہ سوال ہرقل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی نسب ہونے اور
ہونے کی شہادت دی تھی جس سے شاہ روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت، طہارت، نبوت وغیرہ کو مان لیا تھا۔ مسند کی حدیث میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیمؑ سے اسمٰعیلؑ کو پسند فرمایا اور اولادِ اسمٰعیلؑ سے بنو کنانہ کو پسند فرمایا۔ بنو کنانہ
قریش کو قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے۔ فرمان ہے کہ یکے بعد دیگرے قرنوں میں سب سے بہتر زمانے میں مجھے
بنایا گیا۔ ایک مرتبہ جبکہ آپ کو لوگوں کی بعض کہی ہوئی باتیں پہنچیں تو آپ ممبر پر تشریف لائے اور لوگوں سے پوچھا میں کون ہوں؟ انہوں
نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق میں مجھے بہتر بنایا ہے مخلوق کو جب دو حصوں میں تقسیم
کیا تو مجھے اُن دونوں میں جو بہتر حصہ تھا اُس میں کیا پھر قبیلوں کی تقسیم کے وقت مجھے سب سے بہتر قبیلے میں کیا پھر جب خاندان کی تقسیم کی تو
سب سے اچھے گھرانے میں بنایا پس میں گھرانے کے اعتبار سے اور ذات کے اعتبار سے تم سب سے بہتر ہوں۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ
حضرت جبرئیلؑ نے ایک مرتبہ آپ سے فرمایا میں نے تمام مشرق و مغرب ٹٹول لیا لیکن آپ سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا (حاکم بیہقی)
مسند احمد میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں کو دیکھا اور سب سے بہتر دل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پایا۔ پھر مخلوق کے
دلوں پر نگاہ ڈالی تو سب سے بہتر دل والے اصحاب رسول پائے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا خاص چیدہ رسول بنایا۔ اور ان
کو آپ کے وزیر بنا گئے جو آپ کے دین کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ پس یہ مسلمان جس چیز کو بہتر سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بہتر ہے
اور جسے یہ برا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔ ایک باہر کے شخص نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو مسجد کے دروازے سے آتا
ہوا دیکھ کر مرعوب ہو کر لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟ لوگوں نے کہا یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے لڑکے حضرت

عبداللہ بن عباس ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ تو اُن کے مُنھ سے بے ساختہ یہ آیت نکلی کہ نبوت کے اہل کو خدا ہی بخوبی جانتا ہے پھر فرماتا ہے کہ جو لوگ اس عظیم الشان پیغمبر کی پیغمبری میں شک وشبہ کر رہے ہیں اطاعت سے مُنھ پھیر رہے ہیں انھیں خدا کے سامنے قیامت کے دن بڑی ذلت اٹھانا پڑے گی۔ ان کے تکبر اور سرکشی کی بنا پر انھیں دائمی عذاب ہوگا۔ جیسے فرمان ہے کہ جو لوگ میری عبادت سے جی چراتے ہیں وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں جائیں گے انھیں ان کے مکر کی سزا اور سخت سزا ہوگی چونکہ مکاروں کی چالیں خفیہ اور ہلکی ہوتی ہیں اُس کے بدلے میں عذاب علانیہ اور سخت ہوں گے۔ یہ اللہ کا ظلم نہیں بلکہ ان کا پورا بدلہ ہے اُس دن ساری چھپی عیاریاں کھل جائیں گی۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بدعہد کی رانوں کے پاس قیامت کے دن ایک جھنڈا لہراتا ہوگا اور اعلان ہوتا ہوگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی غداری ہے۔ بس اس دنیا کی پوشیدگی اس طرح قیامت کے دن ظاہر ہوگی۔ اللہ ہمیں بچائے۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اُس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اُس کے سینہ کو تنگ

ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ؕ کَذٰلِکَ یَجْعَلُ اللّٰہُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

بہت تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔

ہدایت اور گمراہی خدا کے ارادے پر موقوف ہے

خدا کا ارادہ جسے ہدایت کرنے کا ہوتا ہے اُس پر نیکی کے راستے آسان ہو جاتے ہیں جیسے فرمان ہے اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ الخ یعنی اللہ اُن کے سینے اسلام کی طرف کھول دیتا ہے اور انھیں اپنا نور عطا فرماتا ہے۔ اور آیت میں فرمایا وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ الخ۔ اللہ نے تمھارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی اور اُسے تمھارے دلوں میں زینت دار بنا دیا اور کفر فسق اور نافرمانی کی تمھارے دلوں میں کراہت ڈال دی یہی لوگ راہ یافتہ اور نیک بخت ہیں ابن عباس رضہ فرماتے ہیں اُس کا دل ایمان وتوحید کی طرف کشادہ ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ دانا کونسا مؤمن ہے؟ فرمایا سب سے زیادہ موت کو یاد رکھنے والا۔ اور سب سے زیادہ موت کے بعد کی زندگی کے لئے تیاریاں کرنے والا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو فرمایا کہ اُس کے دل میں ایک نور ڈال دیا جاتا ہے جس سے اُس کا سینہ کھل جاتا ہے۔ لوگوں نے اس کی نشانی دریافت کی تو فرمایا جنت کی طرف جھکنا اور اس کی جانب رغبت کامل رکھنا اور دنیا سے جو دھوکے کی ٹٹی ہے بھاگنا اور الگ ہونا اور موت کے آنے سے پہلے اُس کے لئے تیاریاں کرنا ضَیِّقًا کی ایک قرأت ضَیْقًا بھی ہے حَرَجًا کی دوسری حَرِجًا بھی ہے یعنی گنہگار۔ یا دونوں کے ایک ہی معنی یعنی تنگ۔ جو ہدایت کے لئے نہ کھلے اور ایمان اُس میں جگہ نہ پائے۔ ایک مرتبہ ایک بادیہ نشین بزرگ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حَرَجَۃ کے بارے میں دریافت فرمایا تو اُس نے کہا یہ ایک درخت ہوتا ہے جس کے پاس نہ تو چرواہے جاتے ہیں نہ جانور نہ وحشی۔ آپ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی منافق کا دل ہوتا ہے کہ اُس میں کوئی بھلائی جگہ نہیں پاتی۔ ابن عباس رضہ کا قول ہے کہ اسلام باوجود آسان اور کشادہ ہونے کے اُسے سخت اور تنگ معلوم ہوتا ہے خود قرآن میں ہے وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ خدا نے تمھارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی لیکن منافق کا شکی دل اس نعمت سے محروم رہتا ہے اُس کے لئے لا الٰہ الا اللہ کا اقرار ایک مصیبت ہے جیسے کسی پر آسمان کے لئے چڑھنا مشکل ہو جیسے وہ اس کے بس کی بات نہیں اسی طرح توحید وایمان بھی اُس کے قبضے سے باہر ہیں بس مردہ دل والے کبھی بھی اسلام قبول نہیں کرتے اسی طرح اللہ تعالیٰ بے ایمانوں پر شیطان مقرر کر دیتا ہے جو انھیں بہکاتے رہتے ہیں خیر سے اُن کے دل کو پھیر اکرتے ہیں نحوست اُن پر برستی رہتی ہے اور عذاب ان پر اُترتے رہتے ہیں۔

وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

اور یہی تیرے رب کا سیدھا رستہ ہے ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو

يَّذَّكَّرُوْنَ ۞ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۞

صاف صاف بیان کر دیا ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے انکے اعمال کی وجہ سے

اسلام ہی سیدھا راستہ ہے

گمراہوں کا طریقہ بیان فرما کر اپنے اس دین حق کی نسبت فرماتا ہے کہ سیدھی اور صاف راہ جو خدا کی طرف پہنچا دے یہی ہے مُسْتَقِيْمًا کا نصب حال ہونے کی وجہ سے ہے پس شرع محمدی کلام باری ہی راہ راست ہے چنانچہ حدیث میں بھی قرآن کی صفت میں کہا گیا ہے کہ خدا کی سیدھی راہ خدا کی مضبوط رسی اور حکمت والا یہی ذکر ہے (ملاحظہ ہو ترمذی مسند وغیرہ) جنھیں خدا کی جانب سے عقل و فہم علم و عمل دیا گیا ہے اُن کے سامنے تو وضاحت کے ساتھ خدا کی آیتیں آچکیں۔ ان ایمانداروں کے لئے خدا کے ہاں جنت ہے جیسے یہ سلامتی کی راہ یہاں چلے ویسے ہی قیامت کے دن سلامتی کا گھر انھیں ملے گا وہی سلامتیوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ان کا کارساز اور ولی ہے۔ حافظ و ناصر مؤید و مولیٰ ان کا وہی ہے ان کے نیک اعمال کا بدلہ یہ پاک گھر ہو گا جہاں ہمیشگی ہے اور یکسر راحت و اطمینان سرور خوشی ہی خوشی ہے۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ ۚ وَقَالَ اَوْلِيٰٓؤُهُمْ

اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں (کے گمراہ کرنے) میں بڑا حصہ لیا۔ اور جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے

مِّنَ الْاِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ اَجَلَنَا الَّذِيْٓ اَجَّلْتَ لَنَا ؕ

وہ (اقرار) کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آپہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی (یعنی قیامت)

قَالَ النَّارُ مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۞

اللہ تعالیٰ (سب کفار جن و انس سے) فرمائیں گے کہ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بیشک آپ کا رب بڑی

گمراہی جہنم کی ایک راہ ہے

وہ دن بھی قریب ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا۔ جنات، انسان، عابد، معبود سب ایک میدان میں کھڑے ہوں گے۔ اس وقت جنات سے ارشاد ہو گا کہ تم نے انسانوں کو خوب بہکایا اور ورغلایا۔ انسانوں کو یاد دلایا جائے گا کہ میں نے تو تمھیں پہلے ہی کہدیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمھارا دشمن ہے میری ہی عبادت کرتے رہنا یہی سیدھی راہ ہے لیکن تم نے مجھ سے کام نہ لیا اور شیطانی دھوکہ میں آگئے اس وقت جنات کے دوست انسان جواب دیں گے کہ ہاں انھوں نے حکم دیا اور ہم نے عمل کیا دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور فائدہ حاصل کرتے رہے۔ جاہلیت کے زمانے میں جو مسافر کہیں اُترتا تو کہتا کہ اس وادی کے بڑے جن کی پناہ میں میں آتا ہوں۔ انسانوں سے جنات کو یہی فائدہ پہنچا تھا کہ وہ ان کے سردار اپنے تئیں سمجھنے لگے تھے موت کے وقت تک یہی حالت رہی اُس وقت جواب ملے گا کہ اچھا اب بھی تم ساتھ ہی جہنم میں جاؤ وہاں ہمیشہ پڑے رہنا۔ یہ استثنا جو ہے وہ راجع ہے برزخ کی طرف۔ بعض کہتے ہیں دنیا کی مدت کی طرف۔ اس کا پورا بیان سورۂ ہود کی آیت خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ الخ کی تفسیر میں آئیگا۔ اس آیت سے معلوم ہو رہا ہے کہ کوئی کسی کے لئے جنت دوزخ کا فیصلہ نہیں کر سکتا۔

۱۵ سب مشیت رب پر موقوف ہے۔

ع ۸ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًۢا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۞

۲ اور اسی طرح بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب۔

بدعمل ایک دوسرے کے انجام میں شریک ہیں

لوگوں کی دوستیاں اعمال پر ہوتی ہیں مؤمن کا دل مومن سے ہی لگتا ہے گو وہ کہیں کا ہو اور کیسا ہی ہو اور کافر بھی ایک ہی ہیں گو وہ مختلف ممالک اور مختلف ذات پات کے ہوں۔ ایمان تمناؤں اور ظاہر داریوں کا نام نہیں ١؎۔ اس مطلب کے علاوہ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ اسی طرح یکے بعد دیگرے تمام کفار جہنم میں جھونک دیئے جائیں گے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں میں نے زبور میں پڑھا ہے خدا فرماتا ہے میں منافقوں سے انتقام منافقوں کے ساتھ ہی لوں گا۔ پھر سب سے ہی انتقام لوں گا۔ اس کی تصدیق قرآن کی مندرجہ بالا آیت سے بھی ہوتی ہے کہ ہم ولی بنائیں گے۔ بعض ظالموں کو بعض کا یعنی ظالم جن اور ظالم انس۔ پھر آپ نے آیت وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ ہم سرکش جنوں کو سرکش انسانوں پر مسلط کر دیں گے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے جو ظالم کی مدد کرے گا اللہ اسی کو اس پر مسلط کر دے گا۔ کسی شاعر کا قول ہے ؎ وَمَا مِنْ يَّدٍ اِلَّا يَدُ اللّٰهِ فَوْقَهَا ✦ وَمَا ظَالِمٌ اِلَّا سَيُبْلٰى بِظَالِمٍ۔ یعنی ہر ہاتھ پر بہر حالت اللہ کا ہاتھ اور اللہ کی طاقت بالا ہے اور ہر ظالم دوسرے ظالم کے پنجے میں پھنسنے والا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ جس طرح ہم نے ان نقصان یافتہ لوگوں کے دوست ان کے بہکانے والے جنوں کو بنا دیا۔ اسی طرح ظالموں میں بعض کو بعض کا ولی بنا دیتے ہیں اور بعض بعض سے ہلاک ہوتے ہیں اور ہم ان کے ظلم و سرکشی اور بغاوت کا بدلہ بعض سے بعض کو دلا دیتے ہیں۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاۗءَ

اے جماعت جنات اور انسان کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کیا کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی

يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭقَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓي اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (۵)

خبر دیا کرتے تھے وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر (جرم کا) اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ مقر ہوں گے کہ وہ کافر تھے

دنیاوی زندگی ایک دھوکہ ہے

یہ اور سرزنش ہے جو قیامت کے دن خدا کی طرف سے انسانوں اور جنوں کو ہوگی ان سے سوال ہوگا کہ کیا تم میں سے ہی تمہارے پاس میرے بھیجے ہوئے پیغمبر نہیں آئے تھے۔ یہ یاد رہے کہ رسول کل کے کل انسان ہی تھے کوئی جن رسول نہیں ہوا۔ ائمہ سلف و خلف کا مذہب یہی ہے جنات میں نیک لوگ اور جنوں کو نیکی کی تعلیم کرتے تھے، بدی سے روکتے تھے لیکن رسول صرف انسانوں میں سے ہی آتے رہے۔ ضحاک بن مزاحم سے ایک روایت ہے کہ جنات میں بھی رسول ہوتے ہیں اور دلیل ان کی ایک تو یہ آیت ہے سو یہ تو کوئی دلیل نہیں اس لئے کہ اس میں صراحت نہیں اور یہ آیت تو بالکل ویسی ہی ہے جیسے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ سے يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ الخ تک کی آیتیں ہیں ظاہر ہے کہ موتی مرجان صرف کھاری پانی کے سمندروں میں سے نکلتے ہیں۔ میٹھے پانی سے نہیں نکلتے لیکن ان آیتوں میں دونوں قسم کے سمندروں میں سے موتیوں کا نکلنا پایا جاتا ہے تو مراد یہی ہے کہ ان کی جنس میں سے اسی طرح اس آیت میں مراد جنوں انسانوں کی جنس میں سے ہے نہ کہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں سے اور رسولوں کے صرف انسان ہی ہونے کی دلیل اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ سے بَعْدَ الرُّسُلِ تک کی آیتیں اور وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ پس ثابت ہوتا ہے کہ خلیل خدا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت کا انحصار آپ ہی کی اولاد میں ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس بات کا قائل ایک بھی نہیں کہ آپ سے پہلے نبی جن ہوتے تھے اور پھر انہیں سے نبوت چھین لی گئی اور آیت اس سے بھی صاف ہے فرمان ہے وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں آتے جاتے تھے اور آیت میں ہے اور اس نے یہ مسئلہ بالکل صاف کر دیا ہے فرماتا ہے

١؎ یعنی ایمان میں محض تمناؤں سے کام نہیں چلتا بلکہ عمل کی بھی ضرورت ہے اگرچہ ایمان پر نجات ضرور ہو جاتی ہے تاہم وہ نجات جو مومن حسن عمل والے کو حاصل ہوگی ایک بدعمل مسلمان کو کہاں حاصل ہوگی ۱۲ انظر شاہ ٢؎ مذہب اگرچہ ابن کثیر صحیح بیان کر رہے ہیں یعنی جنات رسول نہیں ہوئے لیکن یہ دلیل بالکل کمزور ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جن بھی انسانی شکل و صورت میں بازاروں میں اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے آتے ہوں اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ وہ انسانوں کی طرح کھاتے پیتے ہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى یعنی تجھ سے پہلے ہم نے مردوں کو ہی بھیجا ہے جو شہروں کے ہی تھے جنکی طرف ہم نے اپنی وحی نازل فرمائی تھی چنانچہ جنات کا یہی قول قرآن میں موجود ہے وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ الخ جبکہ ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف بھیجا جو قرآن سنتے رہے جب سن چکے تو واپس اپنی قوم کے پاس گئے اور انھیں آگاہ کرتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم نے موسیٰ کے بعد کی نازل شدہ کتاب سنی جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور راہِ حق دکھاتی ہے اور صراطِ مستقیم کی رہبری کرتی ہے پس تم سب اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی مانو اور اُس پر ایمان لاؤ تاکہ خدا تمھارے گناہوں کو بخشے اور تمھیں المناک عذابوں سے بچالے خدا کی طرف سے جو پکارنیوالا ہے اُس کی نہ ماننے والے خدا کو عاجز نہیں کرسکتے نہ اُس کے سوا اپنا کوئی اور کارساز اور والی پا سکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ کھُلی گمراہی میں ہیں۔ ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ اس موقعہ پر جنات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ الرحمٰن پڑھکر سُنائی تھی جسمیں ایک آیت سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ الخ ہے یعنی اے جنو! انسانو! ہم صرف تمھاری ہی طرف تمامتر توجہ کرنے کیلئے عنقریب فارغ ہونگے پھر تم اپنے رب کی کس نعمت کو جھٹلاتے ہو؟ الغرض انسانوں اور جنوں کو اس آیت میں نبیوں کے ان میں سے بھیجنے میں بطورِ خطاب کے شامل کرلیا ہے ورنہ رسول سب انسان ہی ہوتے ہیں۔ نبیوں کا کام یہی رہا کہ وہ خدا کی آیتیں سُنائیں اور قیامت کے دن سے ڈرائیں اس سوال کے جواب میں سب کہیں گے کہ ہاں ہمیں اقرار ہے تیرے پیغمبر ہمارے پاس آئے اور تیرا کلام بھی پہنچایا اُس دن سے بھی متنبہ کردیا تھا۔ پھر جنابِ باری فرماتا ہے انھوں نے دنیا کی زندگی دھوکے میں گذاری رسولوں کو جھٹلاتے رہے معجزوں کی مخالفت کرتے رہے دنیا کی آرائش پر ریجھ گئے شہوت پرستی میں پڑے رہے قیامت کے دن اپنی زبانوں سے اپنے کفر کا اقرار کرینگے کہ ہاں بیشک ہم نے نبیوں کی بات نہیں مانی صلوات اللہ وسلامہ علیہم۔

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ (۲) وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ (۳)

یہ اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے بے خبر ہوں۔ اور ہر ایک کے لئے درجے ملیں گے ان کے اعمال کے سبب اور آپ کا

محاسبۂ اعمال ضروری ہے

جن اور انسانوں کی طرف رسول بھیجکر کتابیں نازل فرماکر ان کے عذر ختم کردیئے اس لئے کہ یہ عادتِ خدا نہیں کہ لوگوں کو اپنی منشا معلوم کرائے بغیر اپنے عذاب میں پکڑے اور بغیر اپنا پیغام پہنچائے بلاوجہ ظلم کے ساتھ ہلاک کرے فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی کوئی بستی ایسی نہیں جہاں کوئی آگاہ کرنیوالا نہ آیا ہو۔ اور آیت میں ہے ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اے لوگو! اللہ ہی کی عبادت کرو اور اُسکے سوا ہر ایک کی عبادت سے بچو۔ اور جگہ ہے ہم رسولوں کو بھیجنے سے پہلے عذاب نہیں کیا کرتے۔ سورۂ تبارک میں ہے جب جہنم میں کوئی جماعت جائیگی تو وہاں کے داروغہ اُنسے کہیں گے کہ کیا تمھارے پاس آگاہ کرنیوالے نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے آئے تھے اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں اس آیت کے پہلے جملہ کا ایک معنی امام ابن جریرؒ نے اور بھی بیان کیا ہے اور فی الواقع وہ معنی بہت درست ہے امام صاحب نے بھی اُسی کو ترجیح دی ہے یعنی یہ کہ کسی بستی والوں کے ظلم اور گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انھیں اُسی وقت ہلاک نہیں کرتا جب تک نبیوں کو بھیجکر انھیں غفلت سے بیدار نہ کردے۔ ہر عامل اپنے عمل کے بدلے کا مستحق ہے نیک نیکی کا بد بدی کا۔ خواہ انسان ہو خواہ جن ہو۔ بدکاروں کے جہنم میں درجے اُنکی بدکاری کے مطابق مقرر ہیں جو لوگ خود بھی کفر کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی راہِ خدا سے روکتے ہیں انھیں عذاب پر عذاب ہونگے اور اُن کے فساد کا بدلہ ملیگا ہر عامل کا عمل اللہ پر روشن ہے تاکہ قیامت کے دن ہر شخص کو اُسکے کئے ہوئے کا بدلہ مل جائے۔

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ

اور آپ کا رب بالکل غنی ہے رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھالیوے اور تمھارے بعد جس کو چاہے تمھاری جگہ آباد کردے جیسا تم کو

مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ (۴) اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۵) قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا

ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بیشک آنیوالی چیز ہے اور تم عاجز نہیں کرسکتے۔ آپ فرمادیجئے کہ اے میری قوم

عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۶)

تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں۔ سو اب جلدی ہی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم کا انجام کار کس کے لئے نافع ہوگا۔ یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی

وہ ہر چیز پر قادر ہے

اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بے نیاز ہے اسے کسی کی ضرورت نہیں اسے کسی سے کوئی فائدہ نہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ساری مخلوق ہر حال میں اس کی محتاج ہے وہ بڑی ہی رافت و رحمت والا ہے رحم و کرم اس کی مخصوص صفتیں ہیں جیسے فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ الرَّحِيْمٌ۔ خدا اپنے بندوں کے ساتھ لطف اور مہربانی سے پیش آنے والا ہے تم جو اس کی مخالفت کر رہے ہو تو یاد رکھو کہ وہ چاہے تو تمہیں ایک آن میں غارت کر سکتا ہے اور تمہارے بعد ایسے لوگوں کو بسا سکتا ہے جو اس کی اطاعت کریں یہ اس کی قدرت تلے ہے تم دیکھ لو اس نے تم سے اگلوں کے قائم مقام تمہیں بھی کیا ہے ایک قرن کے بعد دوسرا قرن وہی لاتا ہے ایک کو مار ڈالتا ہے دوسرے کو پیدا کرتا ہے لانے لیجانے پر اسے پوری قدرت حاصل ہے جیسے فرمان ہے اگر وہ چاہے تو اے لوگو! تم سب کو فنا کر دے اور دوسروں کو لے آئے وہ اس پر قادر ہے۔ فرمان ہے يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ۔ لوگو! تم سب کے سب محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے اور نئی مخلوق لے آئے اللہ کے لئے کوئی مشکل بات نہیں اور ارشاد ہے وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ۔ اللہ غنی ہے اور تم سب فقیر ہو۔ فرماتا ہے اگر تم نے اعراض کیا تو وہ تمہیں ہٹا کر اور قوم لائے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے۔ ذریت سے مراد اصل و نسل ہے۔ اے نبی آپ ان سے کہہ دیجئے کہ قیامت، جنت دوزخ وغیرہ کے جو وعدے تم سے کئے جاتے ہیں وہ یقیناً سچے ہیں اور یہ سب کچھ ہونے والا ہے تم خدا کو عاجز نہیں کر سکتے وہ تمہارے اعادہ پر قادر ہے تم گل سڑ کر مٹی ہو جاؤ گے پھر وہ تمہیں نئی پیدائش میں پیدا کرے گا اس پر کوئی عمل مشکل نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے بنی آدم اگر تم میں عقل ہے تو اپنے تئیں مردوں میں شمار کرو واللہ خدا کی فرمائی ہوئی سب باتیں یہ یقیناً ہونے والی ہیں کوئی نہیں جو خدا کے ارادے میں اسے پست کر دے۔ اس کی مشیت کو نہ ہونے دے لوگو! تم جو کرنا چاہو کرو، میں اپنے طریقے پر قائم ہوں ابھی ابھی معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت پر کون تھا اور ضلالت پر کون تھا؟ کون نیک انجام ہوتا ہے اور کون گھٹنوں میں سر ڈال کر روتا ہے جیسے فرمایا ہے ایماتو سے کہہ دو کہ تم اپنے شغل میں رہو میں بھی اپنے کام میں لگا ہوا ہوں تم منتظر رہو ہم بھی منتظر رہیں ہیں معلوم ہو جائے گا کہ انجام کے لحاظ سے کون اچھا رہا یاد رکھو خدا نے جو وعدے اپنے رسول سے کئے ہیں سب یقینی ہیں چنانچہ دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ نبی جس کا سارا جہان مخالف تھا جس کا نام لینا وہ جرم تھا، جو یکہ و تنہا تھا جو وطن سے نکال دیا گیا تھا جس کی دشمنی ہر ایک کرتا تھا خدا نے اسے غلبہ دیا لاکھوں دلوں پر اس کی حکومت ہو گئی اس کی زندگی میں ہی تمام جزیرۂ عرب کا وہ تنہا مالک بن گیا یمن اور بحرین پر بھی اس کے سامنے اس کا جھنڈا لہرانے لگا پھر اس کے جانشینوں نے دنیا کو کنگھال ڈالا بڑی بڑی سلطنتوں کو ختم کر دیا، جہاں گئے غلبہ پایا۔ جدھر رخ کیا فتح حاصل کی۔ یہی علامۂ خدا تھا کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے مجھ سے زیادہ قوت و عزت کسی کی نہیں، فرمایا تھا کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی مدد فرمائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، انہی رسولوں کی طرف اس نے وحی بھیجی تھی کہ ہم ظالموں کو تہ و بالا کر دیں گے اور ان کے بعد زمینوں کے سرتاج تمہیں بنا دیں گے کیونکہ تم مجھ سے اور میرے ارشاد سے ڈرنے والے ہو۔ وہ پہلے ہی فرما چکا تھا کہ تم میں سے ایمانداروں اور نیک کاروں کو میں زمین کا سلطان بنا دوں گا جیسا کہ پہلے سے یہ دستور چلا آیا ہے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے دین میں مضبوطی اور کشائش دے گا جس دین سے وہ خوش ہے اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا کہ وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں الخ۔ الحمدللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت سے اپنا یہ وعدہ پورا فرما دیا۔ فللہ الحمد والمنۃ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے

كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ ۖ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۝

معبودوں کا ہے پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے انہوں نے کیا برا حکم نکالا ہے

یہ کیا انصاف ہے؟

مشرکین کی ایک نو ایجاد بدعت جو کفر و شرک کا ایک طریقہ تھی بیان ہو رہی ہے کہ سب چیزیں پیدا کی ہوئی تو ہماری پھر یہ اس میں سے کچھ حصہ تو ہمارے نام کا ٹھہراتے ہیں اور کچھ حصہ اپنے گھڑے ہوئے معبودوں کا جنہیں وہ ہمارا شریک بنائے ہوئے ہیں اسی کے ساتھ یہ بھی کرتے تھے کہ خدا کے نام کا ٹھہرایا ہوا بتوں کے نام والے سے مل گیا تو وہ تو بتوں کا ہو گیا لیکن اگر بتوں کے لئے ٹھہرائے ہوئے میں سے کچھ خدا کے نام والے میں مل گیا تو اسے جھٹ سے نکال لیتے ہیں کوئی ذبیحہ اگر اللہ کے نام کا کریں بھی تو اس پر اپنے معبودانِ باطل کا نام لیتے ہیں اور اگر کوئی ذبیحہ اپنے معبودوں کے نام کا کریں تو بھول کر بھی اس پر نام خدا نہیں لیتے یہ کیسی بری تقسیم کرتے ہیں اولاً تو یہ تقسیم ہی حماقت کی علامت ہے کہ سب چیزیں خدا کی پیدا کی ہوئی اسی کی ملکیت کی پھر ان میں سے دوسرے کے نام کی کسی چیز کو کرنے والا کون؟ جو خدا لا شریک ہے اس کے شریک ٹھہرانے کا انہیں کیا منصب؟ پھر اس ظلم کو دیکھو کہ خدا کے حصے میں سے بتوں کو تو پہنچ جائے اور بتوں کے حصہ میں سے خدا کو نہ پہنچ سکے۔ یہ کیسے بدترین اصول ہیں ایسی ہی غلطی یہ بھی تھی کہ خدا کے لئے لڑکیاں اور اپنے لئے لڑکے، اس کے بندوں کو اس کا جز ٹھہرا کر اپنے اوپر کفر اوڑھتے تھے اتنا نہیں سوچتے تھے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ لڑکے تو تمہارے ہوں اور جن لڑکیوں سے تم جلو وہ خدا کی ہوں، کیسی بری تقسیم ہے؛

وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا

اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برباد کریں اور تاکہ ان کے طریقہ کو

عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ (١٣٧)

مخبوط کر دیں اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں ہی رہنے دیجئے

قتل اولاد شیطانی وسوسہ تھا

جیسے شیطانوں نے انہیں راہ پر لگا دیا ہے کہ وہ خدا کے لئے خیرات کریں تو اپنے بزرگوں کے نام کا بھی حصہ نکالیں اسی طرح انہیں شیطان نے اس راہ پر بھی لگا رکھا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بے وجہ قتل کریں۔ کوئی اس وجہ سے کہ ہم انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ کوئی اس وجہ سے کہ ان بیٹیوں کی بنا پر ہم کسی کے خسر بنیں گے وغیرہ۔ اس شیطانی حرکت کا نتیجہ ہلاکت اور دین کی الجھن ہے یہاں تک کہ یہ بدترین طریقہ ان میں پھیل گیا تھا کہ لڑکی کے ہونے کی خبر ان کے چہرے سیاہ کر دیتی تھی ان کے منہ سے یہ نہ نکلتا تھا کہ میرے ہاں لڑکی ہوئی قرآن نے فرمایا کہ ان بے گناہ زندہ درگور کی ہوئی بچیوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا کہ وہ کس گناہ پر قتل کر دی گئیں پس یہ سب وسوسے شیطانی تھے لیکن یہ یاد رہے کہ رب کا ارادہ اور اختیار اس سے الگ نہ تھا اگر وہ نہ چاہتا تو مشرک ایسا نہ کر سکتے لیکن اس میں بھی اس کی حکمت ہے اس سے کوئی باز پرس کر نہیں سکتا اور اس کی بازپرس سے کوئی بچ نہیں سکتا پس! اے نبی تو ان سے اور ان کی اس افترا پردازی سے یکسوئی کر لو خدا خود ان سے نمٹ لیگا؛

لہ مشرکین جب فصل وغیرہ کاٹ کر غلہ جمع کرتے تو ایک حصہ تو خدا کا رکھ لیتے اور ایک بتوں کا۔ اگر حصہ لگاتے ہوئے خدا کے حصہ میں سے کچھ بتوں کے حصہ میں گر جاتا تو اس کو فوراً نکال لیتے لیکن اگر بتوں کے حصہ میں خدا کا حصہ کچھ گرتا تو اس کو رہنے دیتے اور کہتے کہ خدا کو کیا ضرورت ہے اس پر خدا تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ از نظر شاہ کشمیری۔

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ

اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مواشی ہیں اور کھیت ہیں جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی نہیں کھا سکتا سوا ان کے جن کو ہم چاہیں اور مواشی ہیں جن پر سواری یا

ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ (۱۳۸)

بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افترا کی سزا دیئے دیتا ہے

من مانی کارروائیاں

حجر کے معنی حرام کے ہیں یہ طریقے شیطانی تھے کوئی خدا کا راستہ نہ تھا اپنے معبودوں کے نام یہ چیزیں کر دیتے تھے پھر جسے چاہتے کھلاتے۔ جیسے فرمان ہے قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ الخ یعنی بتلاؤ تو یہ خدا کے دیئے ہوئے رزق میں سے تم جو اپنے طور پر حلال حرام مقرر کر لیتے ہو اس کا حکم کہیں خدا نے دیا ہے یا تم نے خود ہی خدا پر تراش لیا ہے دوسری آیت میں صاف فرمایا مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ الخ یعنی یہ کافروں کی نادانی اور افترا اور جھوٹ ہے بحیرہ، سائبہ اور حام نام رکھ کر ان جانوروں کو اپنے معبودان باطل کے نام پر چھوڑ دیتے تھے پھر ان سے سواری نہیں لیتے تھے جب ان کے بچے ہوتے تھے تو ان کو ذبح کرتے تھے حج کے لئے بھی ان جانوروں پر سواری کرنا حرام جانتے تھے نہ کسی کام میں ان کو لگاتے تھے نہ ان کا دودھ نکالتے تھے پھر ان کاموں کو شرعی کام قرار دیتے تھے اور خدا کا فرمان جانتے تھے اللہ انہیں ان کے کرتوت کا اور بہتان بازی کا بدلہ دے گا۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ

اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ

اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ (۱۳۹)

مردہ ہے تو اس میں سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے بلاشبہ وہ حکمت والا ہے وہ بڑا علم والا ہے

یہ بھی غلط

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جاہلیت میں یہ بھی رواج تھا کہ جن چوپایوں کو وہ اپنے معبودان باطل کے نام چھوڑ دیتے تھے ان کا دودھ صرف مرد پیتے تھے جب ان کے بچہ ہوتا تو اگر نر ہوتا تو صرف مرد ہی کھاتے اگر مادہ ہوتا تو اسے ذبح ہی نہ کرتے اور اگر پیٹ ہی سے مردہ نکلتا تو مرد عورت سب ہی کھاتے اللہ نے اس فعل سے بھی روکا شعبیؒ کا قول ہے کہ بحیرہ کا دودھ صرف مرد پیتے اور اگر وہ مر جاتا تو گوشت مرد عورت سب کھاتے ان کی ان جھوٹی باتوں کا بدلہ خدا انہیں دے گا کیونکہ یہ سب ان کا جھوٹ افترا خدا پر باندھا ہوا تھا فلاح و نجات اسی لئے ان سے دور کر دی گئی تھی۔ یہ اپنی مرضی سے کسی کو حلال کسی کو حرام کر لیتے ہیں کہ خدا کے حکم سے ہوا ہے منسوب خدا کی طرف کر دیتے ہیں اللہ جیسے حکیم کا کوئی فعل کوئی قول کوئی شرع کوئی تقدیر بے حکمت نہیں ہوتی وہ اپنے بندوں کے خیر و شر کو خوب جاننے والا ہے اور انہیں بدلہ دینے والا ہے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ (۱۴۰)

واقعی وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو چیزیں اللہ نے ان کو کھانے پینے کو دی تھیں ان کو حرام کر لیا محض اللہ پر افترا باندھنے کے طور پر

قتل اولاد بڑا ظلم تھا

اولاد کے قاتل خدا کے حلال کو حرام کرنے والے دونوں جہان کی بربادی اپنے اوپر لینے والے ہیں دنیا کا گھاٹا تو ظاہر ہے کہ ان کے یہ دونوں کام خود انہیں نقصان پہنچانے والے ہیں بے اولاد ہو جائیں گے مال کا ایک حصہ ان کا تباہ ہو جائے گا۔ رہا آخرت کا نقصان سو چونکہ یہ مفتری ہیں کذاب ہیں وہاں کی بدترین جگہ انہیں ملے گی عذابوں کے سزاوار یہ ہوں گے جیسے فرمان ہے کہ خدا پر جھوٹ باندھنے والے نجات سے محروم کامیابی سے دور ہیں یہ دنیا میں گو کچھ یونہی سا فائدہ اٹھا لیں لیکن آخر تو ہمارے بس میں آئیں گے پھر تو ہم انہیں سخت تر عذاب چکھائیں گے کیونکہ یہ کافر تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے

کہ اگر تو اسلام سے پہلے کی عربوں کی بدخصلتی معلوم کرنا چاہے تو سورۂ انعام کی اکتیس آیت کے اوپر قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ الخ والی آیت پڑھ (بخاری کتاب مناقب قریش)۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا

اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور

اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا

کھیتی اور جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے

حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (۱۴۱) وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً

ان سب کے پھلوں میں سے کھاؤ جب وہ نکل آوے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ (۱۴۲)

اور مواشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ بلاشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے

قدرت کے بعض مظاہر

خالق کل اللہ تعالیٰ ہی ہے کھیتیاں، پھل، چوپائے سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ کافروں کو کوئی حق نہیں کہ حرام حلال کی تقسیم از خود کریں، درخت بعض تو بیل والے ہیں جیسے انگور وغیرہ کہ وہ چھپر پر چڑھائے ہوتے ہیں بعض کھڑے درخت ہوتے ہیں جو جنگلوں اور پہاڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے پھلوں کے ذائقے کے لحاظ سے الگ الگ انگور، کھجور یہ درخت تمہیں دیتے ہیں تم کھاؤ، مزہ اٹھاؤ، لطف پاؤ، اس کا حق اس کے کٹنے اور ناپ تول ہونے کے دن ہی دو۔ یعنی فرض زکوٰۃ جو اس میں مقرر ہو وہ ادا کر دو، پہلے لوگ کچھ نہیں دیتے تھے شریعت نے دسواں حصہ مقرر کیا اور ویسے بھی مسکینوں اور بھوکوں کا خیال رکھنا چاہیے چنانچہ مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے حکم صادر فرمایا تھا کہ جس کی کھجوریں دس وسق سے زیادہ ہوں وہ چند خوشے مسجد میں لاکر لٹکا دے تاکہ مسکین کھایا کریں یہ بھی مراد ہے کہ زکوٰۃ کے سوا اور کچھ سلوک بھی اپنی کھیتیوں باڑیوں اور باغات کے پھلوں سے اللہ کے بندوں کے ساتھ کرتے رہو مثلاً پھل توڑنے اور کھیت کاٹنے کے وقت عموماً مفلس لوگ پہنچ جایا کرتے ہیں انھیں کچھ دیدیا کرو، بالیں پک گئی ہوں پھل گر گئے ہوں اور کوئی محتاج شخص نکل آوے تو خاطر تواضع کرو، جس روز کاٹو کچھ چھوڑ دو تاکہ مسکینوں کے کام آوے اُن کے جانوروں کا چارہ ہو زکوٰۃ سے پہلے بھی حق داروں کو کچھ دیتے رہا کرو پہلے تو یہ بطور وجوب تھا لیکن زکوٰۃ کی فرضیت کے بعد بطور نفل رہ گیا زکوٰۃ اس میں عشر یا نصف عشر مقرر کردی گئی لیکن اس سے فسخ نہ سمجھا جائے پہلے کچھ دینا تھا پھر مقدار مقرر کردی گئی زکوٰۃ کی مقدار سنہ ۲ھ میں مقرر ہوئی واللہ اعلم کھیتی کاٹتے وقت اور پھل اتارتے وقت صدقہ نہ دینے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مذمت بیان فرمائی سورۂ نٓ میں ان کا قصہ بیان فرما دیا کہ ان باغ والوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ صبح ہوتے ہی آج اس کے پھل ہم اتار لیں گے اس پر انھوں نے انشاء اللہ بھی نہ کہا۔ یہ ابھی رات کو بے خبری کی نیند ہی میں تھے جو وہاں آفت ناگہانی آگئی اور سارا باغ ایسا ہو گیا کہ گویا پھل توڑ لیا گیا ہے بلکہ جلا کر خاکستر کر دیا گیا ہے صبح کو اٹھ کر ایک دوسرے کو جگا کر پوشیدہ طور پر جب چپ چاپ چلے کہ ایسا نہ ہو حسب عادت فقیر مسکین جمع ہو جائیں اور انھیں کچھ دینا پڑے یہ بڑی سوچ سمجھ سے ہوئے کہ اچھی پھل تو اٹھالیں گے بڑے اہتمام کے ساتھ صبح سویرے ہی باغ پر پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ سارا باغ تو غارت ہو چکا ہے اول تو سمجھنے لگے یعنی ہم راستہ بھول گئے کسی اور جگہ آگئے ہمارا باغ تو تمام تر لہلہا رہا تھا پھر سمجھ گئے یہی باغ ہے ہماری قسمت پھوٹ گئی ہم محروم ہو گئے اس وقت ان میں جو با خبر شخص تھا کہنے لگا کہ دیکھو میں تم سے نہ

کہنا تھا کہ خدا کا شکر کرو اس کی پاکیزگی بیان کرو اب تو سب کے سب کہنے لگے ہمارا رب پاک ہے یقیناً ہم نے ظلم کیا پھر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے کہ ہائے ہماری بدبختی کہ ہم سرکش اور حد سے گذر جانے والے بن گئے تھے ہمیں اب بھی خدا سے اُمید ہے کہ وہ ہمیں اس سے بہتر عطا فرمائے ہم اب صرف اپنے رب کی طرف رغبت رکھتے ہیں ناشکری کرنے اور تنہا خوری پسند کرنے والوں پر اسی طرح ہمارے عذاب آیا کرتے ہیں اور ابھی آخرت کے بڑے عذاب باقی ہیں لیکن افسوس یہ سمجھ بوجھ اور علم و عقل سے کام ہی نہیں لیتے یہاں اس آیت میں صدقہ دینے کا حکم فرما کر آخر میں فرمایا کہ فضول خرچی سے بچو فضول خرچ خدا کا دوست نہیں دستور سے زیادہ نہ شاد فخر و ریا کے طور پر اپنا مال برباد نہ کرو حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ نے اپنے کھجوروں کے باغ سے کھجوریں اتاریں اور عہد کر لیا کہ آج جو سوال کرے گا میں اُسے دوں گا لوگ ٹوٹ پڑے شام کو ان کے پاس ایک کھجور بھی نہ رہی اس پر یہ آیت اُتری ہر چیز میں اسراف منع ہے خدا کے حکم سے تجاوز کر جانے کا نام اسراف ہے خواہ وہ کسی بارے میں ہو اپنا سارا ہی مال لٹا کر فقیر ہو کر دوسروں پر اپنا بار ڈال دینا بھی اسراف ہے اور منع ہے یہ بھی مطلب ہے کہ صدقہ نہ روکو، جس سے خدا کے نافرمان بن جاؤ یہ بھی اسراف ہے گو یہ مطلب اس آیت کے ہیں لیکن ظاہر الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کھانے کا ذکر ہے تو اسراف اپنے کھانے پینے میں کرنے کی یہاں ممانعت ہے کیونکہ اس سے عقل میں اور بدن میں ضرر پہنچتا ہے قرآن کی اور روایت میں ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو صحیح بخاری میں ہے کھاؤ، پیو، پہنو، اوڑھو لیکن اسراف اور تکبر سے بچو، واللہ اعلم، اسی خدا نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ہیں ان میں سے بعض تو بوجھ ڈھونے والے ہیں جیسے اونٹ خچر، گھوڑے، گدھے وغیرہ بعض پست قد ہیں جیسے بکری وغیرہ، انہیں فرش اس لئے کہا گیا کہ یہ قد و قامت میں پست ہوتے ہیں زمین سے ملے رہتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حمولہ سے مراد سواری کے جانور اور فرش سے مراد جن کا دودھ پیا جاتا ہے اور جن کا گوشت کھایا جاتا ہے جو سواری کے قابل نہیں، ان کے بالوں سے لحاف اور فرش تیار ہوتے ہیں یہ قول حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور بہت مناسب ہے خود قرآن فرماتا ہے سورہ یٰسین میں موجود ہے کہ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی؟ کہ ہم نے ان کے لئے چوپائے پیدا کر دیئے ہیں جو ہمارے ہی پیدا کئے ہوئے ہیں اور اب یہ اُن کے مالک بنے بیٹھے ہیں ہم نے ہی تو ان کے بس میں کر دیا ہے کہ بعض پر یہ سواریاں لے رہے ہیں اور بعض کو یہ کھانے کے کام میں لاتے ہیں اور آیت میں ہے وَاِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً الخ مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں ان چوپایوں کا دودھ پلاتے ہیں اور ان کے بال اون وغیرہ سے تمہارے اوڑھنے بچھانے اور طرح طرح کے فائدہ اُٹھانے کی چیزیں بناتے ہیں اور جگہ ہے اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے جانور پیدا کئے تاکہ تم اُن پر سواریاں لو، انہیں کھاؤ اور بھی فائدے اُٹھاؤ ان پر اپنے سفر طے کر کے اپنے کام پورے کرو اُسی نے تمہاری سواری کے لئے کشتیاں بنا دیں وہ تمہیں اپنی بے شمار نشانیاں دکھا رہا ہے بتلاؤ تو کس کس نشانی کا انکار کرو گے! پھر فرماتا ہے خدا کی روزی کھاؤ، پھل اناج گوشت وغیرہ، شیطانی راہ نہ چلو، اُس کی تابعداری نہ کرو، جیسے مشرکوں نے خدا کی چیزوں میں از خود حلال حرام کی تقسیم کر دی تم بھی کر کے شیطان کے ساتھی نہ بنو وہ تمہارا دشمن ہے اُسے دوست نہ سمجھو وہ تو اپنے ساتھ تمہیں بھی خدا تعالیٰ کے عذاب میں پھنسانا چاہتا ہے دیکھو کہیں اس کے بہکانے میں نہ آنا اُسی نے تمہارے باپ آدم کو جنت سے نکلوایا اس دشمن کو بھولے سے بھی اپنا دوست نہ سمجھو اس کی ذریت سے اور اس کے پیروں سے بھی بچو، یاد رکھو ظالموں کو برا بدلہ ملیگا اور بھی آیتیں اس مضمون کی کلام اللہ شریف میں بہت سی ہیں۔

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

آٹھ نر و مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم آپ کہئے • کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں مادوں کو یا

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ

اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں، تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو اور اونٹ میں دو قسم اور گائے میں دو قسم آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ

ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ

نے ان دونوں نروں کو حرام کیا یا دونوں مادہ کو یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوں کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا حکم دیا تو اس

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (۱۴۴)

سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہ دکھلاویں گے

جاہلیت کے بعض رسوم ورواج

اسلام سے پہلے عربوں کی حالت بیان ہو رہی ہے کہ انھوں نے چوپائے جانوروں کی تقسیم کر کے اپنے طور پر بہت سے حلال بنائے تھے اور بہت سے حرام کر لئے تھے جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام وغیرہ اسی طرح کھیت اور باغات میں بھی تقسیم کر دی تھی تو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے، کھیت ہوں باغات ہوں چوپائے ہوں پھر ان چوپاؤں کی قسمیں بیان فرمائیں بھیڑ بھیڑا، بکری بکرا، اونٹ اونٹنی، گائے بیل، اللہ نے یہ سب چیزیں تمہارے کھانے پینے کو سواریاں لینے کو اور دوسری قسم کے فائدوں کو پیدا کی ہیں جیسے فرمان ہے وَأَنزَلَ لَكُم مِّنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ اس لئے تمہارے لئے آٹھ قسم کے مویشی پیدا کئے ہیں۔ بچوں کا ذکر اس لئے کیا کہ انھیں بھی کبھی وہ مردوں کے لئے مخصوص کر کے عورتوں پر حرام قرار دیتے تھے پھر ان ہی سے سوال ہوتا ہے کہ آخر اس حرمت کی کوئی دلیل کوئی کیفیت کوئی وجہ تو پیش کرو، چار قسم کے جانور اور مادہ اور نر ملا کر آٹھ قسم کے ہو گئے ان سب کو خدا نے حلال کئے ہیں؟ کیا تم اپنی دیکھی سنی کہہ رہے ہو؟ اس فرمانِ خدا کے وقت تم موجود تھے کیوں جھوٹ بول کر افتراء پردازی کر کے بے علمی کے ساتھ باتیں بنا کر خدا کی مخلوق کی گمراہی کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر سب سے بڑھ کر ظالم بن رہے ہو؟ اگر یہی حال رہا تو دستور خداوندی کے ماتحت ہدایت خدا سے محروم ہو جاؤ گے سب سے پہلے یہ پلید رسم عمرو بن لحی بن قمعہ خبیث نے نکالی تھی اسی نے انبیاء کے دین کو اول اول بدلا اور غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑے جیسا کہ صحیح حدیث میں آ چکا ہے:

قُل لَّا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَىٰ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَن يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ

آپ کہہ دیجئے کہ جو احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا یہ کہ بہتا ہوا خون ہو

خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (۱۴۵)

یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کر غیر اللہ کے لئے نامزد کر دیا گیا ہو پھر جو شخص بیتاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو

شریعت کی روشنی

اللہ تعالیٰ عزوجل اپنے بندے اور نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ آپ ان کافروں سے جو اللہ کے حلال کو اپنی طرف سے حرام کرتے ہیں فرما دیں کہ جو وحی خدا میرے پاس آئی ہے اس میں تو حرام صرف ان چیزوں کو کیا گیا ہے جو میں تمہیں سناتا ہوں اس میں وہ چیزیں حرمت والی نہیں جن کی حرمت کا رواج تم دے رہے ہو کسی کھانے والے پر حیوانوں میں سے سوا ان جانوروں کے جو بیان ہوئے ہیں اور حرام نہیں پس اس آیت کے مفہوم کو رفع کرنے والی اس کے بعد کی سورۂ مائدہ کی آیتیں اور دوسری حدیثیں جن میں حرمت کا بیان ہے وہ ہوں گی بعض لوگ اسے نسخ بھی کہتے ہیں اور اکثر متاخرین اسے نسخ نہیں کہتے کیونکہ اس میں تو اصلی مباح کو اٹھا دینا ہے واللہ اعلم: خون وہ حرام ہے جو بوقت ذبح بہ جاتا ہے، رگوں میں اور گوشت میں جو خون مخلوط ہو وہ حرام نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گدھوں اور درندوں کا گوشت اور ہنڈیا کے اوپر جو خون کی طرح تیر جائے اس میں کوئی حرج نہیں جانتی تھیں عمرو بن دینار نے حضرت جابر بن عبداللہ سے سوال کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر پالتو گدھوں کا کھانا حرام کر دیا ہے آپ نے فرمایا ہاں حکم بن عمرو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہی روایت کرتے ہیں لیکن بحر یعنی ابن عباس اس کا انکار کرتے ہیں اور آیت قُل لَّا أَجِدُ الخ تلاوت کرتے ہیں ابن عباس کا فرمان ہے کہ اہل جاہلیت بعض چیزیں کھاتے تھے بعض کو بوجہ طبعی کراہیت کے چھوڑ دیتے تھے اللہ نے اپنے نبی کو بھیجا اپنی کتاب اتاری حلال حرام کی تفصیل کر دی پس جسے حلال کر دیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا وہ حرام ہے اور جس سے خاموشی رہی وہ معاف ہے پھر آپ نے اسی آیت قُل لَّا أَجِدُ الخ کی تلاوت کی حضرت

سودہ بنت زمعہ کی بکری مر گئی جب حضورؐ سے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتاری وہ بولیں کیا مردہ بکری کی کھال اتار لینی جائز ہے؟ آپ نے یہی آیت تلاوت فرما کر فرمایا کہ اس کا صرف کھانا حرام ہے لیکن تم اسے دباغت دیکر نفع حاصل کر سکتے ہو چنانچہ انھوں نے آدمی بھیجکر کھال اُتروالی اور اس کی مشک بنوائی جو ان کے پاس مدتوں رہی اور کام آیا کی (بخاری وغیرہ) ابن عمرؓ سے قنفذ (یعنی خار پشت جسے اُردو میں ساہی بھی کہتے ہیں) کے کھانے کی نسبت سوال ہوا تو آپ نے یہی آیت پڑھی اس پر ایک بزرگ نے فرمایا میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے سنا ہے کہ ایک مرتبہ اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے آیا تھا تو آپ نے فرمایا وہ خبیثوں میں سے ایک خبیث ہے اسے سنکر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اگر حضورؐ نے یہ فرمایا ہے تو یقیناً وہ ویسی ہی ہے جیسے آپ نے ارشاد فرمایا (ابوداؤد وغیرہ) پھر فرمایا جو شخص ان حرام چیزوں کی طرف مضطر ہو جائے لیکن وہ باغی اور حد سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو اسے اس کا کھا لینا جائز ہے خدا اسے بخش دیگا کیونکہ وہ غفور ورحیم ہے اس کی کامل تفسیر سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے یہاں تو مشرکوں کے اس فعل کی تردید منظور ہے جو انھوں نے خدا کے حلال کو حرام کر دیا تھا تو بتلا دیا گیا کہ یہ چیزیں تم پر حرام ہیں اس کے ماسوا حرام نہیں اگر خدا کی طرف سے وہ بھی حرام ہوتیں تو ان کا ذکر بھی آجاتا پھر تم اپنی طرف سے حلال حرام کیوں کرتے ہو؟ اس بنا پر پھر اور چیزوں کی حرمت باقی نہیں رہتی جیسے گھروں کے پالتو گدھوں کی ممانعت اور درندوں کی گوشت کی اور جنگل والے پرندوں کی جیسے کہ علماء کا مشہور مذہب ہے (یہ بادر ہے کہ ان کی حرمت قطعی ہے کیونکہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے اور قرآن نے حدیث کا ماننا بھی فرض کیا ہے)

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے - اور گائے بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں ان پر ہم نے حرام کر دی تھیں مگر وہ جو ان کی

ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِبَغْيِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ⓐ

پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو ان کی شرارت کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

یہود پر بعض چیزیں حرام کی گئی تھیں

ناخن دار جانور چوپایوں اور پرندوں میں سے وہ ہیں جن کی انگلیاں کھلی ہوئی ہوں جیسے اونٹ شتر مرغ بطخ وغیرہ۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ جو کھلی انگلیوں والا نہ ہو ایک روایت میں ان سے مروی ہے کہ ہر ایک جدا انگلیوں والا اور انہی میں سے مرغ ہے قتادہؒ کا قول ہے جیسے اونٹ شتر مرغ اور بہت سے پرند اور مچھلیاں اور بطخ اور اس جیسے جانور جن کی انگلیاں الگ الگ نہیں ان کا کھانا یہودیوں پر حرام تھا اسی طرح گائے بکری کی چربی بھی اُن پر حرام تھی یہود کا مقولہ تھا کہ اسرائیل نے اسے حرام کر لی تھی اس لئے ہم بھی اسے حرام کہتے ہیں، ہاں جو چربی پیٹھ کے ساتھ لگی ہوئی ہو اور انتڑیوں کے ساتھ اور اوجھڑی کے ساتھ اور ہڈی کے ساتھ ہو وہ اُن پر حلال تھی یہ بھی اُن کے ظلم اور تکبر اور سرکشی کا بدلہ تھا اور ہماری نافرمانی کا انجام - جیسے فرمان ہے فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا یہودیوں کے ظلم وستم اور راہِ خدا کی روک کی وجہ سے ہم نے ان پر پاکیزہ چیزیں بھی بعض بعض حرام کر دی تھیں اور اس جزا میں ہم عادل ہی تھے اور جیسی خبر ہم نے تجھے اے نبی دی ہے وہی سچ اور حق ہے یہودیوں کا یہ کہنا کہ حضرت اسرائیل نے اسے حرام کیا تھا اس لئے ہم بھی اسے حرام کرتے ہیں۔

احکام میں خفیف تصرف بھی موجب عذاب الٰہی ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ سمرہ نے شراب فروشی کی ہے تو آپ نے فرمایا اللہ اسے غارت کرے کیا یہ نہیں جانتا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں پر لعنت کی کہ ان پر چربی حرام ہوئی تو انھوں نے اسے پگھلا کر بیچ دیا حضرت جابر بن عبداللہ نے فتح مکہ والے سال فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے شراب کی، مردار کی، سور کی

ف۔ مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت محض لذت و ذائقہ کیلئے کھانے کا ارادہ نہ کرے یہ تو ہے باغی کی تفسیر اور عادی یہ ضرورت کو زیادہ نہ کھائے کہ یہ عادی تجاوز نہ ہوگا (رنقشہ شاہ حمزہ)

اور بتوں کی خرید و فروخت حرام بتلائی ہے آپ سے دریافت کیا گیا کہ مردار کی چربیوں کے بارے میں فرمائیے اس سے چمڑے رنگے جاتے ہیں اور کشتیوں پر چڑھایا جاتا ہے اور چراغ میں جلایا جاتا ہے آپ نے فرمایا وہ بھی حرام ہے پھر اس کے ساتھ ہی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں کو غارت کرے جب ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلا کر بیچ کر اس کی قیمت کھائی (بخاری و مسلم) ایک مرتبہ آپ خانہ کعبہ میں مقام ابراہیم کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور تین مرتبہ یہودیوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا اللہ نے ان پر چربی حرام کی تو انہوں نے اسے بیچ کر اسکی قیمت کھالی اللہ تعالیٰ جن پر جو چیز حرام کرتا ہے ان پر اس کی قیمت بھی حرام فرما دیتا ہے ایک مرتبہ آپ مسجد حرام میں حطیم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے آسمان کی طرف دیکھ کر ہنسے اور یہی فرمایا (ابو داؤد، ابن مردویہ، مسند احمد) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ وغیرہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے زمانہ میں آپ کی عیادت کے لئے گئے اس وقت آپ عدن کی چادر اوڑھے ہوئے لیٹے تھے آپ نے چہرہ سے چادر اٹھا کر فرمایا اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ بکریوں کی چربی کو حرام مانتے ہوئے اس کی قیمت کھاتے ہیں ابو داؤد میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ جب کسی قوم پر کسی چیز کا کھانا حرام کرتا ہے تو اس کی قیمت بھی حرام فرما دیتا ہے۔

فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۴۷﴾

پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔

مجرمین کیفر کردار کو پہنچیں گے

اب بھی اگر تیرے مخالف یہودی اور مشرک وغیرہ تجھے جھوٹا بتلائیں تو بھی تو انہیں میری رحمت سے مایوس نہ کر بلکہ انہیں رحمت رب کی وسعت یاد دلا تاکہ انہیں خدا کی رضا جوئی کی تبلیغ ہو جائے ساتھ ہی انہیں خدا کے اٹل عذابوں سے بچنے کی طرف بھی متوجہ کر۔ پس رغبت، رہبت، امید ڈر دونوں ہی ایک ساتھ سنا دے قرآن کریم میں امید کے ساتھ خوف اکثر بیان ہوتا ہے اس سورت کے آخر میں فرمایا تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور غفور رحیم بھی ہے اور آیت میں ہے وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ الخ تیرا رب لوگوں کے گناہوں پر انہیں بخشنے والا ہے اور وہ سخت تر عذاب کرنے والا بھی ہے اور آیت میں ارشاد ہے میرے بندوں کو میرے غفور و رحیم ہونے کی اور میرے عذاب کے بڑے ہی دردناک ہونے کی خبر پہنچا دے اور جگہ ہے وہ گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے اور آیت میں ہے تیرے رب کی پکڑ بڑی بھاری اور نہایت سخت ہے وہی ابتدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ لوٹائے گا وہ غفور ہے ودود ہے بخشش کرنے والا ہے مہربان اور محبت کرنے والا ہے اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں:

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ

یہ مشرکین یوں کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے

الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا

ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو۔ تم لوگ

الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ

محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو آپ کہئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی۔ پھر وہ اگر چاہتا تو تم سب کو راہ پر

أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ

لے آتا۔ آپ کہئے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو آپ اس

مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُم بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿۱۵۰﴾

کی شہادت نہ دیجئے اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کیجئے جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

یہ دلیل لغو ہے

مشرک لوگ دلیل پیش کیا کرتے تھے کہ ہمارے شرک کا حلال کو حرام کرنے کا حال تو اللہ کو معلوم ہی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ اگر چاہے تو اس کے بدلنے پر بھی قادر ہے اس طرح کہ ہمارے دل میں ایمان ڈال دے یا کفر کے کاموں کی ہمیں قدرت ہی نہ دے پھر بھی جو وہ ہماری اس روش کو نہیں بدلتا تو ظاہر ہے کہ وہ ہمارے ان کاموں سے خوش ہے وہ اگر چاہتا تو ہم کیا ہمارے بزرگ بھی شرک نہ کرتے۔ جیسے ان کا یہ قول آیت لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ میں، اور سورہ نحل میں ہے اللہ فرماتا ہے اسی شبہ نے ان سے اگلوں کو تباہ کر دیا ہے اگر یہ بات سچ ہوتی تو ان کے اگلے باپ دادوں پر ہمارے عذاب کیوں آتے؟ رسولوں کی نہ ماننے اور شرک و کفر سے نہ ہٹنے کی وجہ سے وہ زمین پر سے ذلت کے ساتھ کیوں ہٹا دیئے جاتے؟ اچھا تمہارے پاس خدا کی رضا مندی کا کوئی سارٹیفکیٹ ہو تو پیش کرو۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ تم وہم پرست ہو فاسد عقائد پر جمے ہوئے ہو اور اٹکل پچو باتیں خدا کے ذمے گھڑ لیتے ہو۔ انھوں نے بھی کہا تھا تم بھی کہتے ہو کہ ہم ان معبودوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں خدا سے ملا دیں حالانکہ وہ نہ ملانے والے ہیں نہ اس کی انھیں قدرت ہے۔ ان سے تو خدا نے سمجھ بوجھ چھین رکھی ہے۔ ہدایت و گمراہی کی تقسیم میں بھی خدا کی حکمت اور اس کی حجت ہے سب کام اس کے ارادے سے ہو رہے ہیں وہ مومنوں کو پسند فرماتا ہے اور کافروں سے ناخوش ہے۔ فرمان ہے وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى اگر خدا چاہتا تو ان سب کو راہ حق پر جمع کر دیتا۔ اور آیت میں ہے اگر تیرے رب کی خواہش ہوتی تو دنیا کے سب لوگ مومن بن جاتے۔ اور جگہ ہے اگر تیرا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت کر دیتا یہ تو اختلاف سے ہٹیں گے نہیں، سوائے ان لوگوں کے جن پر تیرا رب رحم کر دے بلکہ انھیں اللہ نے اسی لئے پیدا کیا ہے تیرے رب کی یہ بات حق ہے کہ میں جنات اور انسان سے جہنم کو پر کر دوں گا حقیقت بھی یہی ہے کہ نافرمانوں کی کوئی حجت خدا کے ذمہ نہیں بلکہ خدا کی حجت بندوں پر ہے۔ یہ جو تم نے خواہ مخواہ اپنی طرف سے جانوروں کو حرام کر رکھا ہے ان کی حرمت پر کسی کی شہادت تو پیش کر دو۔ اگر یہ ایسی شہادت والے لائیں تو ان جھوٹے لوگوں کی ہاں میں ہاں نہ ملانے لگنا۔ ان منکرین قیامت، منکرین کلام اللہ شریف مشرکین کامل کے بھڑوں میں کہیں تم نہ آجانا۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا

آپ (ان سے) کہیے کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ (۲) اور ماں باپ کے ساتھ

تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا

اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو۔ ہم ان کو اور تم کو رزق (مقدر) دیں گے (۴) اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ

بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ①

پوشیدہ ہوں۔ (۵) اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو

یہ احکام ہیں

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کو دیکھنا چاہتا ہو جو آپ کی آخری وصیت تھی تو وہ ان آیتوں کو تَتَّقُوْنَ تک پڑھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ سورۂ انعام میں محکم آیتیں ہیں۔ پھر یہی آیتیں آپ نے تلاوت فرمائیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم میں سے کون شخص ہے جو میرے ہاتھ پر ان تینوں باتوں کی بیعت کرے؟ پھر آپ نے یہی آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا جو اسے پورا کرے گا وہ اللہ سے اجر پائے گا اور جو کسی بات کو پورا نہ کرے گا تو یا تو دنیا میں ہی اسے سزا دیدی جائے گی یا نہ دی جائے تو پھر اس کا معاملہ قیامت پر ہے اگر اللہ چاہے تو اسے بخش دے۔ اور اگر چاہے سزا دے (مستدرک حاکم)، بخاری مسلم میں ہے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی بیعت تم لوگ میرے ہاتھ پر کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ان مشرکین کو جو اولاد کے قاتل ہیں خدا کے رزق میں سے بعض کو اپنی طرف سے حلال اور بعض کو حرام کہتے ہیں خدا کے ساتھ دوسروں کو پوجتے ہیں کہہ دیجئے کہ جو چیزیں خدا کی حرام کردہ ہیں اُنھیں مجھ سے سُن لو جو میں بذریعہ وحی خدا بیان کرتا ہوں۔ تمھاری طرح خواہش نفس توہّم پرستی اور اٹکل وگمان کی بنا پر نہیں کہتا۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے جس کی وہ تمھیں وصیت کرتا ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ یہ کلام عرب میں ہوتا ہے کہ ایک جملہ کو حذف کر دیا۔ پھر دوسرا جملہ ایسا کہدیا جس سے حذف شدہ معلوم ہو جائے۔ اس آیت کے آخری جملہ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ سے اَلَّا تُشْرِکُوْا سے پہلے کو محذوف جملے اَوْصٰکُمْ پر دلالت دی گئی عرب میں یوں بھی کہدیا کرتے ہیں اَمَرْتُکَ اَنْ لَّا تَقُوْمَ۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور یہ خوشخبری سُنائی کہ آپ کی امت میں سے جو شخص خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے وہ داخلِ جنت ہو گا تو میں نے کہا اگرچہ اُس نے زنا کیا ہو یا اُس نے چوری کی ہو۔؟ آپ نے فرمایا ہاں اگرچہ اس نے زنا اور چوری کی ہو۔ میں نے پھر یہی سوال کیا مجھے پھر یہی جواب ملا۔ پھر بھی میں نے یہ بات پوچھی۔ آپ نے جواب دیا کہ بلکہ اگر شراب نوشی بھی کی ہو۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے موحّد کا داخلِ جنت ہونا سُن کر حضرت ابوذرؓ نے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے یہ جواب دیا تھا اور آخری مرتبہ فرمایا تھا گو ابوذر کی ناک خاک آلودہ ہو چنانچہ راویٔ حدیث جب اسے بیان فرماتے تو یہی لفظ دوہرا دیتے۔ سنن میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم تو جب تک مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور میری ذات سے اُمید رکھے گا میں بھی تیری خطاؤں کو معاف فرماتا رہوں گا۔ خواہ وہ کیسی ہی ہوں کوئی پرواہ نہ کروں گا تو اگر میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں تیرے پاس اتنی ہی مغفرت اور بخشش لے کر آؤں گا بشرطیکہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو نے گو خطائیں کی ہوں یہاں تک کہ وہ آسمان تک پہنچ گئی ہوں پھر تو مجھ سے استغفار کرے تو میں بھی بخشش دوں گا۔ اس حدیث کی شہادت میں یہ آیت آسکتی ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ یعنی مشرک کو تو مطلق نہ بخشے گا باقی گنہگار خدا کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخشدے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے جو توحید پر مرے وہ جنتی ہے۔ اس بارے میں آیتیں اور حدیثیں بہت سی ہیں۔ ابن مردویہ میں ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گو تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں یا تمھیں سولی چڑھا دیا جائے یا تمھیں جلا دیا جائے؎۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کا حکم دیا۔ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا گو تم جلا دیے جاؤ یا کاٹ دیے جاؤ یا سولی دیدیے جاؤ۔ اس آیت میں توحید کا حکم دے کر پھر ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم ہوا۔ بعضوں کی قرأت وَوَصّٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا بھی ہے۔ قرآن کریم میں اکثر یہ دونوں حکم ایک ساتھ ہی بیان ہوئے ہیں جیسے اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ الخ میں مشرک ماں باپ کے ساتھ بھی بقدرِ ضرورت احسان کرنے کا حکم ہوا ہے اور وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الخ میں بھی دونوں حکم ایک ساتھ بیان ہوئے ہیں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ صحیحین میں ہے ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کونسا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو وقت پر پڑھنا۔ میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے پوچھا پھر؟ فرمایا خدا کی راہ میں جہاد کرنا۔ میں اگر اور بھی دریافت کرتا تو حضورؐ بتا دیتے۔ ابن مردویہ میں عبادہ بن صامت اور ابو درداء سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ اپنے والدین کی اطاعت کر۔ اگرچہ وہ تجھے حکم دیں کہ اُن کے لئے تو ساری دنیا سے الگ ہو جائے تو بھی مان لے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ باپ دادوں کی وصیت کر کے اولاد اور اولاد کی اولاد کی بابت وصیت فرمائی کہ انھیں

؎ شریعت میں احکام کی دو قسمیں ہیں ایک عزیمت اور ایک رخصت۔ عزیمت کا مطلب ہے اصل پر عمل کرنا۔ اور رخصت جس کے خلاف عمل کرنا۔ اب عزیمت یہی ہے کہ توحید سے آدمی کسی حالت میں بھی دستبردار نہ ہو لیکن بعض خاص حالات میں رخصت پر بھی عمل کر سکتا ہے ابن کثیر نے جو کچھ نقل کیا ہے عزیمت ہے۔ رخصت [illegible]

قتل نہ کرو جیسے کہ شیاطین نے اس کام کو تمہیں سکھا رکھا ہے لڑکیوں کو تو وہ لوگ بوجہ عار کے مار ڈالتے تھے اور بعض لڑکوں کو بھی بوجہ اس کے کہ ان کے کھانے کا کہاں سے لائیں گے مار ڈالتے تھے۔ ابن مسعود رضؓ نے ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا خدا کے ساتھ شریک کرنا حالانکہ اُسی نے پیدا کیا ہے۔ پوچھا پھر کونسا گناہ ہے؟ فرمایا اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ یہ میرے ساتھ کھائے گا۔ پوچھا پھر کونسا ہے؟ فرمایا اپنے پڑوس کی عورت سے بدکاری کرنا۔* پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ کی تلاوت فرمائی۔ اور آیت میں ہے وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَکُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ اپنی اولاد کو فقیری کے خوف سے قتل نہ کرو۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ ہم اُنھیں روزی دیتے ہیں اور تمہاری روزی بھی ہمارے ذمہ ہے یہاں چونکہ فرمایا تھا کہ فقیری کی وجہ سے اولاد کا گلا نہ گھونٹو تو ساتھ ہی فرمایا تمہیں روزی ہم دیں گے اور انھیں بھی ہم ہی دے رہے ہیں پھر فرمایا کسی چھپی کھلی بُرائی کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ جیسے اور آیت میں ہے قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ الخ یعنی تمام ظاہری باطنی بُرائیاں گناہ ظلم وزیادتی اور شرک وکفر اور جھوٹ بہتان سب کچھ اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کی پوری تفسیر آیت وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ صحیحین میں ہے خدا سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں اسی وجہ سے تمام بے حیائیاں اللہ نے حرام کر دی ہیں خواہ وہ کھلی ہوں خواہ وہ پوشیدہ ہوں۔ سعد بن عبادہ رضؓ نے کہا کہ اگر میں کسی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو میں تو ایک ہی وار میں اُس کا فیصلہ کر دوں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کی یہ بات ذکر کی گئی تو فرمایا کیا تم سعد کی غیرت پر تعجب کر رہے ہو؟ واللہ میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور میرا رب مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ اسی وجہ سے تمام فحش کام چھپے کھلے اُس نے حرام کر دیئے ہیں (صحیحین) ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ہم غیرت مند لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا واللہ میں بھی غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے یہ غیرت ہی ہے جو اُس نے تمام بُری باتوں کو حرام قرار دیدیا ہے۔ اس حدیث کی سند ترمذی کی شرط پر ہے اسی سے ترمذی میں یہ حدیث ہے کہ میری اُمّت کی عمریں ساٹھ ستر کے درمیان ہیں اس کے بعد کسی کے ناحق قتل کی حرمت کو بیان فرمایا گو وہ بھی فواحش میں داخل ہے لیکن اُس کی اہمیت کی وجہ سے اُسے الگ بیان فرما دیا۔ صحیحین میں ہے کہ جو مسلمان خدا کی توحید اور میری رسالت کا اقراری ہو اُسے قتل کرنا بجز ان تین باتوں میں سے ایک کے جائز نہیں یا تو شادی شدہ ہو کر پھر زنا کرے یا کسی کو قتل کر دے یا دین کو چھوڑ دے اور جماعت سے الگ ہو جائے مسلم میں ہے اُس کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کسی مسلمان کا خون حلال نہیں الخ۔ ابو داؤد اور نسائی میں تیسرا شخص وہ بیان کیا گیا ہے جو اسلام سے نکل جائے اور خدا رسول سے جنگ کرنے لگے اُسے قتل کر دیا جائے گا یا صلیب پر چڑھا دیا جائے گا یا مسلمانوں کے ملک سے جلا وطن کر دیا جائے گا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس وقت جب کہ باغی آپ کو محاصرے میں کئے ہوئے تھے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کسی مسلمان کا خون بجز ان تین کے حلال نہیں۔ اسلام کے بعد کافر ہو جانے والا۔ شادی کے بعد زنا کرنے والا۔ بغیر کسی قصاص کے کسی کو قتل کر دینے والا۔ خدا کی قسم نہ تو میں نے جاہلیت میں زنا کیا نہ اسلام لانے کے بعد اور نہ اسلام لانے کے بعد کبھی میں نے کسی اور دین کی تمنا کی اور نہ میں نے کسی کو بلا وجہ قتل کیا پھر تم میرا خون بہانے کے درپے کیوں ہو؟ حربی کافروں میں سے جو امن طلب کرے اور مسلمانوں کے معاہدے میں آ جائے اُس کے قتل کرنے والے کے حق میں بہت وعید آئی ہے اور اُس کا قتل کرنا بھی شرعاً حرام ہے بخاری میں ہے معاہد کا قاتل جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا حالانکہ اُس کی خوشبو چالیس سال کے راستے تک پہنچ جاتی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اُس نے خدا کا ذمہ توڑا اس میں ہے پچاس برس کے راستے کے

* یہ تو خلاف انسانیت بلکہ حیوانیت سے بھی زیادہ بڑا اقدام ہے کہ محض اس خطرہ سے کہ اولاد ہمارے کھانے پینے میں شریک ہو اس کو قتل کر دیا جائے جبکہ جانور بھی اپنی اولاد کے ساتھ الفت سے پیش آتے ہیں۔ تو گویا انسان حیوانات سے بھی اور بدتر گر جائے ۱۲ انظر شاہ ... زنا ویسے بھی بڑا گناہ ہے لیکن پڑوسی کی بیوی سے تو اور بھی زیادہ سنگین ہے کیونکہ پڑوسی ہونے کی وجہ سے اس عورت کی حفاظت کرنا چاہیے تھی نہ کہ عصمت دری ۱۲ انظر شاہ کشمیریؒ

فاصلے سے ہی جنت کی خوشبو پہنچتی ہے۔ پھر فرماتا ہے یہ ہیں خدا کی وصیتیں اور اس کے احکام۔ تاکہ تم دین خدا کو اس کے حکموں کو اور اس کی منع کردہ باتوں کو سمجھ لو۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جاوے۔ اور ناپ اور تول

وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ

پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص

ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (۲)

قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو ان (سب) کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو (اور عمل کرو)

یتیم کا مال کھانا شدید گناہ ہے

ابوداؤد وغیرہ میں ہے کہ جب آیت وَلَا تَقْرَبُوا اور آیت إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا نازل ہوئیں تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کا کھانا پینا اپنے کھانے پینے سے بالکل الگ کر دیا۔ اس میں علاوہ ان لوگوں کے نقصان اور محنت کے یتیموں کا نقصان بھی ہونے لگا کہ اگر بچ رہا ہے تو یا تو باسی کھائیں یا سڑ کر خراب ہو۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر ہوا تو آیت وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ الخ نازل ہوئی کہ ان کے لئے خیر خواہی کرو ان کا کھانا پینا ساتھ رکھنے میں کوئی حرج نہیں وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اسے پڑھ کر سن کر پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کا کھانا پینا اپنے ساتھ ملا لیا۔ یہ حکم ان کا بلوغ تک پہنچنے تک ہے۔ گو بعضوں نے تیس سال بعض نے چالیس سال اور بعض نے ساٹھ سال کہے ہیں۔ لیکن یہ سب قول یہاں مناسب نہیں۔ واللہ اعلم۔ پھر حکم فرمایا کہ لین دین میں ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو ان کے لئے تباہی ہے جو لیتے وقت پورا لیں اور دیتے وقت کم دیں۔ ان امتوں کو خدا نے غارت کر دیا جن میں یہ بد خصلت تھی۔ جامع ابو عیسیٰ ترمذی میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپنے اور تولنے والوں سے فرمایا تم ایک ایسی چیز کے والی بنائے گئے ہو جس کی صحیح نگرانی نہ رکھنے والے تباہ ہو گئے۔

پھر فرماتا ہے کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ہم نہیں لادتے یعنی اگر کسی شخص نے اپنی طاقت بھر کوشش کر لی۔ دوسرے کا حق دے دیا اپنے حق سے زیادہ نہ لیا پھر بھی نادانستگی میں غلطی سے کوئی بات رہ گئی تو خدا کے ہاں اس کی پکڑ نہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے آیت کے یہ دونوں جملے تلاوت کر کے فرمایا کہ جس نے صحیح نسبت سے پورا ناپا تولا پھر بھی واقع میں کوئی کمی زیادتی بھول چوک سے ہو گئی تو اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔ یہ حدیث مرسل اور غریب ہے۔ پھر فرماتا ہے بات انصاف کی کہا کرو گو قرابت دار کے معاملہ میں ہی کچھ کہنا پڑے۔ جیسے فرمان ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ۔ اور سورۂ نساء میں بھی یہی حکم دیا کہ ہر شخص کو ہر حال میں سچائی اور انصاف نہ چھوڑنا چاہیے جھوٹی گواہی اور غلط فیصلے سے بچنا چاہیے اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ اس کے احکام بجا لاؤ اس کی منع کردہ چیزوں سے الگ رہو اس کی کتاب اس کے رسول کی سنت پر چلتے رہو یہی اس کے عہد کو پورا کرنا ہے انہی چیزوں کا خدا کا تاکیدی حکم ہے یہی فرمان تمہارے وعظ و نصیحت کا ذریعہ ہیں تاکہ تم جو اس سے پہلے برے کاموں میں تھے اب ان سے چھوٹ جاؤ۔ بعض کی قرأت میں تَذَّكَّرُونَ بھی ہے۔

وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ

اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی

ف جیسا کہ دوکانداروں کی عادت ہوتی ہے کہ خود تو پورا لیتے ہیں لیکن گاہک کو کم دیتے ہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری

عَنْ سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (۳)

راہ سے جدا کر دیں گی۔ اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم (اس راہ کے خلاف کرنے سے) احتیاط رکھو۔

صراطِ مستقیم

یہ اور اس جیسی اور آیتوں کی تفسیر میں ابن عباس رض کا قول تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جماعت بندی کا حکم دیتا ہے اور اختلاف و فرقت سے روکتا ہے اس لئے کہ اگلے لوگ خدا کے دین میں پھوٹ ڈالنے سے ہی تباہ ہوئے تھے مسند میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا خدا کی سیدھی راہ یہی ہے پھر اس کے دائیں بائیں اور لکیریں کھینچ کر فرمایا ان تمام راہوں پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ پھر آپ نے اس آیت کا ابتدائی حصہ تلاوت فرمایا۔ اسی حدیث کی شاہد وہ حدیث ہے جو مسند وغیرہ میں حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جو آپ نے اپنے سامنے ایک سیدھی لمبی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ راہ خدا ہے پھر اس کے دائیں بائیں دو لکیریں کھینچیں اور فرمایا یہ شیطانی راہیں ہیں۔ اور بیچ کی لکیر پر انگلی رکھ کر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ابن ماجہ میں اور بزار میں بھی یہ حدیث ہے ابن مسعود سے کسی نے پوچھا صراطِ مستقیم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جس پر ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا اسی کا دوسرا سرا جنت سے جا ملتا ہے اس کے دائیں بائیں بہت سی راہیں ہیں جن پر لوگ چل رہے ہیں اور دوسروں کو بھی اپنی طرف بلا رہے ہیں جو ان راہوں میں سے کسی راہ ہو لیا وہ جہنم میں پہنچا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مثال بیان فرمائی اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں جن میں بہت سے دروازے ہیں اور سب چوپٹ کھلے پڑے ہیں اور ان پر پردے لٹکے ہوئے ہیں اس سیدھی راہ کے سرے پر ایک پکارنے والا ہے جو کہتا ہے کہ لوگو! تم سب اس صراطِ مستقیم پر آجاؤ متفرق نہ ہوؤ۔ بیچ راہ کے بھی ایک شخص ہے جب کوئی شخص ان دروازوں میں سے کسی کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے ہائے افسوس اسے نہ کھول کھولے گا تو اس راہ سے دور جا پڑے گا۔ پس سیدھی راہ اسلام ہے دونوں دیواریں خدائی حدود ہیں کھلے ہوئے دروازے اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں سرے کا شخص کتاب خدا ہے اوپر سے پکارنے والا خدا کی طرف کا نصیحت کرنے والا ہے جو ہر مومن کے دل میں ہے (ترمذی) اس نکتے کو نہ بھولنا چاہیے کہ اپنی راہ کے لئے سبیل واحد کا لفظ بولا گیا اور گمراہی کی راہوں کے لئے سُبُل جمع کا لفظ استعمال کیا گیا اس لئے کہ راہِ حق ایک ہی ہوتی ہے اور باطل کے بہت سے طریقے ہوا کرتے ہیں جیسے آیت اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا میں ظلمات کو جمع کے لفظ سے اور نور کو واحد کے لفظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ قُلْ تَعَالَوْا سے تین آیتوں تک تلاوت کر کے فرمایا تم میں سے کون کون ان باتوں پر مجھ سے بیعت کرتا ہے؟ پھر فرمایا جس نے اس بیعت کو پورا کیا اس کا اجر خدا کے ذمے ہے اور جس نے ان میں سے کسی بات کو توڑ دیا اس کی دو صورتیں ہیں یا تو دنیا میں ہی اس کی سزا اسے مل جائے یا خدائے تعالیٰ آخرت تک اسے مہلت دے پھر رب کی مشیت پر ہے اگر چاہے سزا دے اگر چاہے معاف فرما دے

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَ

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جائے اور

هُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ (۴) وَهَٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ

رہنمائی ہو اور رحمت ہو تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لاویں اور یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی

فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (۱)

سو اس کا اتباع کرو اور ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو

کتاب مبارک

امام ابن جریر نے تو لفظ ثُمَّ کو ترتیب کے لئے مانا ہے یعنی ان سے یہ بھی کہدے۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ اگر ثُمَّ کو ترتیب کے لئے مان کر خبر کا خبر پر عطف کردیں تو کیا حرج ہے؟ ایسا ہوتا ہے اور شعروں میں موجود ہے چونکہ قرآن کریم کی مدح اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا میں گذری تھی اس سے اس پر عطف ڈال کر توراۃ کی مدح بیان کردی جیسے کہ اور بھی بہت سی آیتوں میں ہے۔ چنانچہ فرمان ہے وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا یعنی اس سے پہلے توراۃ امام و رحمت تھی اور اب یہ قرآن عربی تصدیق کرنے والا ہے۔ اس سورت کے اول میں ہے قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ الخ اس آیت میں بھی تورات کے بیان کے بعد اس قرآن کا بیان ہے کافروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے فَلَمَّا جَاۗءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا الخ جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آپہنچا تو کہنے لگے اسے اُس جیسا کیوں نہ ملا جو موسیٰ کو ملا تھا جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ انھوں نے موسیٰ ؑ کی اُس کتاب کے ساتھ کفر نہیں کیا تھا؟ کیا صاف طور سے نہیں کہا تھا۔ کہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔ اور ہم تو ہر ایک کے منکر ہیں۔ جنوں کا قول بیان ہوا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا ہم نے وہ کتاب سنی ہے جو موسیٰ ؑ کے بعد اتری ہے جو پہلی کتابوں کو سچا کہتی ہے اور راہِ حق کی ہدایت کرتی ہے وہ کتاب تمام جامع اور کامل تھی شریعت کی جن باتوں کی اُس وقت ضرورت تھی سب اُس میں موجود تھیں یہ احسان تھا نیک کاروں کی نیکیوں کے بدلے کا۔ جیسے فرمان ہے احسان کا بدلہ احسان ہی ہے اور جیسے فرمان ہے ابراہیم ؑ نے جب ہمارے احکام کی تعمیل کردی تو ہم نے اس کو لوگوں کا امام بنادیا۔ اور جیسے ارشاد ہے کہ بنی اسرائیلیوں کو ہم نے ان کا امام بنادیا جب کہ انھوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھا۔ غرض یہ بھی خدا کا فضل تھا اور نیکو کاروں کو نیکیوں کا عوض۔ احسان کرنے والوں پر خدا بھی احسان پورا کرتا ہے یہاں بھی اور وہاں بھی۔ امام ابن جریر اَلَّذِيْٓ کو مصدریہ مانتے ہیں جیسے خُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا۔ میں ابن رواحہ رض کا شعر ہے ؎

فَثَبَّتَ اللّٰهُ مَا آتَاكَ مِنْ حُسْنٍ　　　　فِي الْمُرْسَلِيْنَ وَنَصْرًا كَالَّذِيْ نُصِرُوْا

خدا تیری اچھائیاں بڑھائے اور پہلے نبیوں کی طرح تیری بھی مدد فرمائے۔ بعض کہتے ہیں یہاں اَلَّذِيْ معنی میں اَلَّذِيْنَ کے ہے۔ عبداللہ بن مسعود رض کی قرأت تَمَامًا عَلَى الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا ہے۔ پس مومنوں اور نیک لوگوں پر خدا کا یہ احسان ہے اور پورا احسان ہے بغوی کہتے ہیں مراد اس سے انبیاء اور عام مومن ہیں۔ یعنی ان سب پر ہم نے اُس کی فضیلت ظاہر کی جیسے فرمان ہے يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ۔ یعنی اے موسیٰ میں نے اپنی رسالت اور اپنے کلام سے تجھے لوگوں پر بزرگی عطا فرمائی۔ ہاں حضرت موسیٰ ؑ کی اس فضیلت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جو خلیل خدا ہیں مستثنیٰ ہیں اُن دلائل کی وجہ سے جو اس سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں۔ یحییٰ بن یعمر رح اَحْسَنُ کو اَحْسَنُ پڑھتے تھے یہ هُوَ کو محذوف مان کر ہو سکتا ہے۔ امام ابن جریر رح فرماتے ہیں میں اس قرأت کو جائز نہیں رکھتا گو عربیت کی بنا پر اس میں نقصان نہیں۔ آیت کے اس جملے کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ پر احسانِ خدا کو تمام کرنے کے لئے کتاب خدا اُن پر نازل ہوئی۔ ان دونوں مطلب میں کوئی منافات نہیں۔ پھر توراۃ کی تعریف بیان فرمائی کہ اس میں ہر حکم بہ تفصیل ہے اور وہ ہدایت و رحمت ہے تاکہ لوگ قیامت کے دن اپنے رب سے ملنے کا یقین کریں۔ پھر قرآن کریم کی اتباع کی رغبت دلاتا ہے اس میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے اور اس پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتا ہے اور اس کی طرف لوگوں کو بلانے کا حکم دیتا ہے۔ برکت سے اس کا وصف بیان فرماتا ہے کہ جو بھی اس پر کاربند ہوجائے اور دونوں جہان کی برکتیں حاصل کرے گا اس لئے کہ یہ خدا کی طرف کی مضبوط رسی ہے۔

حاشیہ: یعنی انبیاء ان کی نسل سے پیدا ہوئے خلیل اللہ کا ان کو خطاب ملا اور آج ہر شخص ان کی شریعت پر عمل کرنے کو اپنے لئے فخر سمجھتا ہے اگرچہ سچے پیرو ان کے صرف مسلمان ہی ہیں اور باقی سب جھوٹے مدعی ہیں۔ انظر شاہ کشمیری +

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ (۲) أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يَصْدِفُونَ (۳)

کہیں تم لوگ یوں نہ کہنے لگے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے تھے ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے یا یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے سو اب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلاوے اور اس سے روکے۔ ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں اُن کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔

نزولِ قرآن درحقیقت اتمامِ حجت ہے

فرماتا ہے کہ اس آخری کتاب نے تمہارے تمام عذر کاٹ دیئے جیسے فرمان ہے وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ الخ یعنی اگر انھیں ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے کوئی مصیبت پہنچتی تو کہہ دیتے کہ تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیرے فرمان کو مانتے الخ۔ دو جماعتوں سے مراد یہود و نصرانی ہیں۔ تو اگر یہ عربی زبان کا قرآن نہ اُترتا تو وہ یہ عذر کر دیتے کہ ہم پر تو ہماری زبان میں کوئی کتاب نہیں اُتری ہم خدا کے فرمان سے بالکل غافل رہے پھر ہمیں سزا کیوں ہو؟ نہ یہ عذر باقی رہا نہ یہ کہ اگر ہم پر آسمانی کتاب آتی تو ہم تو اگلوں سے آگے نکل جاتے اور خوب نیکیاں کرتے۔ جیسے فرمان ہے وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ الخ۔ یعنی مؤکد قسمیں کھا کھا کر لاف زنی کرتے تھے کہ ہم میں اگر کوئی نبی آجائے تو ہم ہدایت کو مان لیں۔ اللہ فرماتا ہے۔ اب تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت و رحمت بھرا قرآن بزبانِ پیغمبر عربی آچکا جس میں حلال و حرام کا بخوبی بیان ہے اور دلوں کی ہدایت کی کافی نورانیت ہے اور رب کی طرف سے ایمان والوں کے لئے سراسر رحمت و رحم ہے۔ اب تم ہی بتلاؤ کہ جس کے پاس خدا کی آیتیں آجائیں اور وہ اُنھیں جھٹلائے اُن سے فائدہ نہ اُٹھائے نہ عمل کرے نہ یقین لائے نہ نیکی کرے نہ بد عملی چھوڑے۔ نہ خود مانے نہ اوروں کو ماننے دے اُس سے بڑھکر ظالم کون ہے۔ اسی سورت کے شروع میں فرمایا ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ۔ خود اس سے رُک کر اوروں کو بھی روکتے ہیں۔ دراصل اپنا ہی بگاڑتے ہیں جیسے فرمایا اِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ الخ یعنی جو لوگ خود کفر کرتے ہیں اور راہِ خدا سے روکتے ہیں اُنھیں ہم عذاب بڑھاتے رہیں گے۔ بس یہ وہ لوگ ہیں جو نہ مانتے تھے نہ کاربند ہوتے تھے جیسے فرمان ہے فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ وَلَٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ۔ یعنی نہ تو مانا نہ نماز پڑھی بلکہ نہ مان کر مُنہ پھیر لیا۔ ان دونوں تفسیروں میں پہلی بہت اچھی ہے یعنی خود بھی انکار کیا اور دوسروں کو بھی انکار پر آمادہ کیا۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ (۴)

یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آویں یا ان کے پاس آپ کا رب آوے یا ان کے رب کی کوئی بڑی نشانی آوے جس روز آپ کے رب کی بڑی نشانی پہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آوے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔

اب کس بات کے منتظر ہیں؟

اللہ تعالیٰ کافروں کو اور پیغمبروں کے مخالفوں کو اور اپنی آیات کے جھٹلانے والوں کو اور اپنی راہ سے روکنے والوں کو ڈرا رہا ہے کہ کیا انھیں قیامت کا انتظار ہے؟ جبکہ فرشتے بھی آئیں گے اور خود خدائے قہار بھی۔ یا انھیں قیامت کی بڑی بڑی نشانیوں کے ظاہر ہونے کا انتظار ہے؟ وہ بھی وقت ہوگا جب ایمان بھی بے سود اور توبہ بھی بے کار۔ بخاری شریف میں اس آیت کی تفسیر میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے نہ نکلے۔ جب یہ نشانی ظاہر ہوجائے گی تو زمین پر جتنے لوگ ہوں گے سب ایمان لائیں گے لیکن اُس وقت کا ایمان محض بے سود ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ اور حدیث میں ہے جب قیامت کی تین نشانیاں ظاہر ہوجائیں بے ایمانوں کو اُن کا ایمان یا خیر سے رُکے ہوئے لوگوں کو اُن کی اس کے بعد کی نیکی یا توبہ کچھ سود مند نہ ہوگی۔ سورج کا مغرب سے نکلنا دجال کا آنا دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔ ایک اور روایت میں اس کے ساتھ ہی ایک دھوئیں کے آنے کا بھی بیان ہے اور حدیث میں ہے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پیشتر جو توبہ کرے اُس کی توبہ مقبول ہے۔ حضرت ابوذر رضی سے ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا جانتے ہو یہ سورج غروب ہوکر کہاں جاتا ہے؟ جواب دیا کہ نہیں۔ فرمایا عرش کے قریب جاکر سجدے میں گر پڑتا ہے اور ٹھیرا رہتا ہے یہاں تک کہ اُسے اجازت ملے اور کہا جائے لوٹ جا قریب ہے کہ ایک دن اُس سے کہہ دیا جائے کہ جہاں سے آیا ہے وہیں لوٹ جا۔ یہی وہ وقت ہوگا کہ ایمان بے نفع ہوجائے گا۔ ایک مرتبہ لوگ قیامت کی نشانیوں کا ذکر کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور فرمانے لگے قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور دھواں اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا آنا اور عیسیٰ بن مریم کا آنا اور دجال کا نکلنا اور تین جگہ زمین کا دھنس جانا۔ مشرق میں مغرب میں اور جزیرۂ عرب میں اور عدن سے ایک زبردست آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہانک لے جائے گی رات دن اُن کے پیچھے ہی پیچھے رہے گی۔ع (مسلم وغیرہ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کی علامت کیا ہے آپ نے فرمایا وہ رات بہت لمبی ہوجائیگی بقدر دو راتوں کے لوگ معمولی طور پر اپنے کام کاج میں ہوں گے اور تہجد گذاری میں بھی۔ ستارے اپنی جگہ ٹھیرے ہوئے ہوں گے۔ پھر لوگ سوجائیں گے۔ پھر اُٹھیں گے کام میں لگیں گے پھر سوئیں گے پھر اُٹھیں گے لیکن دیکھیں گے کہ نہ ستارے ہٹے ہیں نہ سورج نکلا ہے کروٹیں دُکھنے لگیں گی لیکن صبح نہ ہوگی۔ اب تو گھبرا جائیں گے اور دہشت زدہ ہوجائیں گے، منتظر ہوں گے کہ کب سورج نکلے۔ مشرق کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہوں گے کہ اچانک مغرب کی طرف سے سورج نکل آئے گا اُس وقت تمام روئے زمین کے لوگ مسلمان ہوجائیں گے لیکن اُس وقت کا ایمان محض بے سود ہوگا (ابن مردویہ) ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس آیت کے اس جملے کو تلاوت فرماکر اس کی تفسیر میں سورج کا مغرب سے نکلنا بھی ذکر ہے۔ ایک روایت میں ہے سب سے پہلی نشانی یہی ہوگی اور حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف ایک بڑا دروازہ کھول رکھا ہے جس کا عرض ستر سال کا ہے۔ یہ توبہ کا دروازہ ہے یہ بند نہ ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے نہ نکلے۔ اور حدیث میں ہے لوگوں پر ایک رات آئے گی جو تین راتوں کے برابر ہوگی اسے تہجد گذار جان لیں گے۔ یہ کھڑے ہوں گے اپنے معمول کے مطابق تہجد پڑھ کر پھر سو جائیں گے، پھر اُٹھیں گے اپنا معمول ادا کرکے پھر لیٹیں گے لوگ اس لمبائی سے گھبرا کر چیخ پکار شروع کردیں گے اور دوڑے بھاگے مسجدوں کی طرف جائیں گے کہ ناگہاں دیکھیں گے کہ سورج طلوع ہوگیا۔ یہاں تک کہ وسط آسمان میں پہنچکر پھر لوٹ جائے گا اور اپنے طلوع ہونے کی جگہ سے طلوع ہوگا

ــــــــــ

عہ مطلب یہ ہے کہ آدمی خوف زدہ ہوکر آگے آگے بھاگیں گے اور وہ آگ ان کے تعاقب میں رہے گی یا تو یہ عذاب الٰہی بصورت آگ ہونے کی وجہ سے تعاقب کرے گا۔ یا پھر مطلب یہ ہے کہ آگ پھیلتی جائے گی یہاں تک کہ ہر طرف پھیل جائے گی اور کوئی صورت نجات کی کسی کے لئے نہ رہے گی ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

یہی وہ وقت ہے جس وقت ایمان سود مند نہیں۔ اور روایت میں ہے کہ تین مسلمان شخص مروان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے مروان اُن سے کہہ رہے تھے کہ سب سے پہلی نشانی دجّال کا خروج ہے یہ سُن کر یہ لوگ حضرت عبداللہ بن عمرو کے پاس گئے اور یہ بیان کیا آپ نے فرمایا اُس نے کچھ نہیں کہا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان خوب محفوظ ہے کہ سب سے پہلی نشانی سورج کا مغرب سے نکلنا ہے اور دابۃ الارض کا دن چڑھے ظاہر ہونا ہے۔ ان دونوں میں سے جو پہلے ہو اُسی کے بعد دوسری ہے حضرت عبداللہ کتاب پڑھتے جاتے تھے۔ فرمایا میرا خیال ہے کہ پہلے سورج کا نشان ظاہر ہوگا وہ غروب ہوتے ہی عرش کے نیچے جاتا ہے اور سجدہ کر کے اجازت مانگتا ہے اجازت مل جاتی ہے جب منظورِ خدا اُسے مغرب سے ہی نکالنا ہوگا تو اُس کی بار بار کی اجازت طلبی پر بھی جواب نہ ملے گا۔ رات کا وقت ختم ہونے کے قریب ہوگا اور یہ سمجھ لے گا کہ اب اگر اجازت ملی بھی تو مشرق میں نہیں پہنچ سکتا تو کہے گا کہ خدایا دنیا کو سخت تکلیف ہوگی تو اُس سے کہا جائے گا یہیں سے طلوع کر چنانچہ وہ مغرب سے ہی نکل آئے گا۔ پھر حضرت عبداللہ رضؓ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ طبرانی میں ہے کہ جب سورج مغرب سے نکلے گا ابلیس سجدہ میں گر پڑے گا اور زور زور سے کہے گا الٰہی مجھے حکم کر میں مانوں گا، جسے تو فرمائے میں سجدہ کرنے کے لئے تیار ہوں، اُس کی ذرّیت اُس کے پاس جمع ہو جائے گی اور کہے گی یہ ہائے وائے کیسی ہے؟ وہ کہے گا مجھے یہیں تک کی ڈھیل دی گئی تھی اب وہ آخری وقت آگیا۔ پھر صفا کی پہاڑی کے غار سے دابۃ الارض نکلے گا۔ اُس کا پہلا قدم انطاکیہ میں پڑے گا وہ ابلیس کے پاس پہنچے گا اور اُسے تھپڑ مارے گا۔ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ اس کی سند بالکل ضعیف ہے ممکن ہے کہ یہ اُن کتابوں میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضؓ نے لی ہو جن کے دو تھیلے انھیں یرموک کی لڑائی والے دن ملے تھے۔ اس کا فرمانِ رسول ہونا بہت ہی منکر ہے۔ واللہ اعلم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ہجرت منقطع نہ ہوگی جب تک کہ دشمن برسرِ پیکار رہے۔ ہجرت کی دو قسمیں ہیں ایک تو گناہوں کو چھوڑنا دوسرے خدا اور اُس کے رسول کے پاس ترکِ وطن کر کے جانا یہ بھی باقی رہے گی جب تک کہ توبہ قبول ہوتی ہے اور توبہ قبول ہوتی رہے گی جب تک سورج مغرب سے نہ نکلے سورج کے مغرب سے نکلتے ہی پھر جو کچھ جس دل میں ہے اُسی پر مُہر لگ جائے گی اور اعمال بے سود ہو جائیں گے۔ ابن مسعود رضؓ کا فرمان ہے کہ بہت سے نشانات گذر چکے صرف چار باقی رہ گئے ہیں۔ سورج کا مغرب سے نکلنا، دجّال، دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا آنا۔ جس علامت کے ساتھ اعمال ختم ہو جائیں گے وہ طلوعِ شمس منجانب مغرب ہے۔ ایک طویل مرفوع غریب منکر حدیث میں ہے کہ اُس دن سورج چاند ملے جُلے طلوع ہوں گے اور آدھے آسمان سے واپس چلے جائیں گے۔ پھر حسبِ عادت ہو جائیں گے اس حدیث کا تو مرفوع ہونے کا دعویٰ اس حدیث کے موضوع ہونے کا ثبوت ہے۔ ہاں ابن عباس یا وہب بن منبہ رح پر موقوف ہونے کی حیثیت سے ممکن ہے موضوع کی گنتی سے نکل جائے۔ واللہ اعلم۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں قیامت کی پہلی نشانی کے ساتھ ہی اعمال کا خاتمہ ہے اُس دن کسی کافر کا مسلمان ہونا بے سود ہوگا ہاں مؤمن جو اس سے پہلے نیک اعمال والا ہوگا وہ بہتری میں رہے گا۔ اور جو نیک عمل نہ ہوگا اُس کی توبہ بھی اُس وقت مقبول نہ ہوگی جیسے کہ پہلی حدیثیں گذر چکیں۔ بُرے لوگوں کے نیک اعمال بھی اس نشانِ عظیم کو دیکھ لینے کے بعد کچھ کام نہ آئیں گے پھر کافروں کی وعید دی جاتی ہے کہ اچھا تم انتظار میں رہنا تا آنکہ توبہ کے اور ایمان کے قبول نہ ہونے کا وقت آجائے اور قیامت کے زبردست آثار ظاہر ہو جائیں۔ جیسے اور آیت میں ہے هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ الخ قیامت کے اچانک ہی آجانے کا انتظار ہے اُس کی بھی علامت ظاہر ہو چکی ہیں اُس کے آچکنے کے بعد نصیحت کا وقت کہاں؟ اور آیت میں ہے فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا الخ ہمارے عذابوں کا مشاہدہ کر لینے کے بعد کا ایمان اور شرک سے انکار بے سود ہے الخ۔

ف یعنی اگر ایمان ہے تو ایمان ہی رہے گا اور کفر ہے تو کفر ہی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ مؤمن اب کافر ہو جائے اور کافر اسلام لے آئے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا

أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿١٥٩﴾

معاملہ اللہ کے حوالہ ہے پھر ان کو اُن کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔

خدا تعالیٰ سے علیحدہ ہو جانے والوں کا بیان

کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں اُتری ہے یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے سخت اختلافات میں تھے۔ جن کی خبر یہاں دی جا رہی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ شَيْءٍ تک اس آیت کی تلاوت فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بھی مجھ سے کوئی میل نہیں رکھتے۔ یہ اس امت کے اہلِ بدعت شک و شبہ والے اور گمراہی والے ہیں اس کی سند صحیح نہیں یعنی یہ ممکن ہے یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہو۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد خارجی ہیں۔ یہ بھی مرفوعاً مروی ہے۔ لیکن صحیح نہیں۔ ایک اور غریب حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مراد اس سے اہلِ بدعت ہیں۔ اس کا بھی مرفوع ہونا صحیح نہیں۔ بات یہ ہے کہ آیت عام ہے جو بھی خدا و رسول کے دین کی مخالفت کرے اور اس میں افتراق پیدا کرے گمراہی کی اور خواہش پرستی کی پیروی کرے، نیا دین اختیار کرے، نیا مذہب قبول کرے۔ اس وعید میں داخل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس حق کو لے کر آئے ہیں وہ ایک ہی ہے متعدد نہیں۔ اللہ نے اپنے رسول کو فرقہ بندی سے بچایا ہے اور آپ کے دین کو بھی اس لعنت سے محفوظ رکھا ہے۔ اسی مضمون کی دوسری آیت شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ الخ ہے ایک حدیث میں ہے کہ ہم جماعتِ انبیاء علاتی بھائی ہیں[1] ہم سب کا دین ایک ہی ہے۔ پس صراطِ مستقیم اور دینِ پسندیدہ خدا کی توحید اور رسولوں کی اتباع ہے اس کے خلاف جو ہو ضلالت، جہالت، رائے، خواہش اور بد دینی ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُس سے بیزار ہیں ان کا معاملہ سپردِ خدا ہے وہی انھیں ان کے افعال سے آگاہ کرے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ مومنوں میں، یہودیوں میں، صابیوں میں، نصرانیوں میں، مجوسیوں میں، مشرکوں میں اللہ خود قیامت کے دن فیصلے کر دے گا۔ اس کے بعد اپنے احسان، حکم اور عدل کا بیان فرماتا ہے۔

مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا ۖ وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ

جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے اور جو شخص بُرے کام کرے گا

فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٦٠﴾

سو اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہو گا

اچھائی پر اجر بڑھ جاتا ہے

ایک اور روایت میں مجملاً یہ آیا ہے کہ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا جو نیکی لائے اُس کے لئے اُس سے بہتر بدلہ ہے۔ اسی آیت کے مطابق بہت سی حدیثیں بھی ہیں ایک میں ہے تمہارا رب عزوجل بہت بڑا رحم ہے۔ نیکی کے صرف قصد پر ثواب نیکی کرنے کا عطا فرما دیتا ہے۔ اور ایک نیکی کے کرنے پر دس سے ساٹھ تک بڑھا دیتا ہے اور بھی بہت زیادہ اور بہت زیادہ۔ اگر بُرائی کا قصد ہوا پھر نہ کی تو بھی نیکی ملتی ہے اور اگر اس برائی کو کر گذرا تو ایک ہی بُرائی لکھی جاتی ہے اور بہت ممکن ہے کہ خدا معاف ہی فرما دے اور بالکل ہی مٹا دے سچ تو یہ ہے کہ

[1] ماں شریک بھائی کو اخیافی اور باپ شریک بھائی کو علاتی کہا جاتا ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

ہلاکت والے ہی خدا کے ہاں ہلاک ہوتے ہیں (بخاری، مسلم، نسائی وغیرہ) ایک حدیث قدسی میں ہے نیکی کرنے والے کو دس گنا ثواب ہے اور پھر بھی میں زیادہ کر دیتا ہوں اور برائی کرنے والے کو ایک عذاب ہے اور میں معاف بھی کر دیتا ہوں زمین بھر تک جو شخص خطائیں لے آئے اگر اُس نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا تو میں اُتنی ہی رحمت سے اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو میری طرف بالشت بھر آئے۔ اُس کی طرف ایک ہاتھ جاتا ہوں اور جو ایک ہاتھ آئے میں اُس کی طرف دو ہاتھ جاتا ہوں اور جو میری طرف چلتا ہوا آئے میں اس کی طرف دوڑتا ہوا جاتا ہوں (مسلم، مسند وغیرہ) اس سے پہلے گذری ہوئی حدیث کی طرح ایک اور حدیث بھی ہے اس میں یہ جو فرمایا ہے کہ برائی کا ارادہ کر کے پھر اُسے چھوڑ دینے والے کو بھی نیکی ملتی ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو اللہ کے ڈر سے چھوڑ دے چنانچہ بعض روایات میں یہ تشریح آ بھی چکی ہے۔ دوسری صورت چھوڑ دینے کی یہ ہے کہ اُسے یاد ہی نہ آئے بھول جائے تو اُسے نہ ثواب ہے نہ عذاب کیونکہ اس نے خدا سے ڈر کر نیک نیتی سے اُسے ترک نہیں کیا۔ اور اگر نیت کے بعد اُس نے کوشش بھی کی اُسے پوری طرح کرنا بھی چاہا لیکن عاجز ہو گیا کر نہ سکا موقعہ ہی نہ ملا اسباب ہی نہ بنے تھک کر بیٹھ رہا تو ایسے شخص کو اُس برائی کے کرنے کے برابر ہی گناہ ہوتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے جب دو مسلمان تلواریں لے کر ایک دوسرے سے جنگ کریں تو جو مار ڈالے اور جو مار ڈالا جائے۔ دونوں جہنمی ہیں لوگوں نے کہا مار ڈالنے والا تو خیر لیکن جو مار ڈالا گیا وہ جہنم میں کیوں جائے گا۔ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ بھی اس کے مار ڈالنے کا آرزو مند تھا اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نیکی کے محض ارادے پر نیکی لکھ لی جاتی ہے اور عمل میں لانے کے بعد دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں برائی کے محض ارادے کو لکھا نہیں جاتا اگر عمل کرے تو ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے اور اگر ارادہ کر کے چھوڑ دے تو نیکی لکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس نے اس گناہ کے کام کو میرے خوف سے ترک کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لوگوں کی چار قسمیں ہیں اور اعمال کی چھ قسمیں ہیں۔ بعض لوگ تو وہ ہیں جنھیں دنیا اور آخرت میں وسعت اور کشادگی دی جاتی ہے۔ بعض وہ ہیں جن پر دنیا میں کشادگی ہوتی ہے اور آخرت میں تنگی۔ بعض وہ ہیں جن پر دنیا میں تنگی رہتی ہے لیکن آخرت میں انھیں کشادگی ملے گی۔ بعض وہ ہیں جو دونوں جہان میں بدبخت رہتے ہیں یہاں بھی بد وہاں بھی بے آبرو۔ اعمال کی چھ قسمیں یہ ہیں دو قسمیں تو واجب کر دینے والی ایک برابر کا ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا واجب کر دینے والی دو چیزیں تو یہ ہیں جو شخص اسلام و ایمان پر مرے اور اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو اُس کے لئے جنت واجب ہے اور جو کفر پر مرے اُس کے لئے جہنم واجب ہے اور جو نیکی کا ارادہ کرے گو کی نہ ہو اُسے ایک نیکی ملتی ہے اس لئے کہ خدا جانتا ہے کہ اس کے دل نے اسے سمجھا اس کی حرص کی۔ اور جو شخص برائی کا ارادہ کرے اُس کے ذمہ گناہ نہیں لکھا جاتا اور جو کر گذرے اُسے ایک ہی گناہ ہوتا ہے اور وہ بڑھتا نہیں ہے اور جو نیکی کا کام کرے اُسے دس نیکیاں ملتی ہیں اور جو راہ خدا عزوجل میں خرچ کرے اُسے سات سو گنا ملتا ہے (ترمذی) فرمان ہے کہ جمعہ میں آنے والے لوگ تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو وہاں لغو کرتا ہے اُس کے حصہ میں تو وہی لغو ہے۔ ایک دعا کرتا ہے اسے اگر خدا چاہے دے چاہے نہ دے۔ تیسرا وہ شخص ہے جو سکوت اور خاموشی کے ساتھ خطبہ میں بیٹھتا ہے کسی مسلمان کی گردن پھلانگ کر مسجد میں آگے نہیں بڑھتا، نہ کسی کو ایذا دیتا ہے اس کا جمعہ اگلے جمعہ تک کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے بلکہ اور تین دن کے گناہوں کا بھی۔ اس لئے کہ وعدۂ خداوندی یہی ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا جو نیکی کرے اُسے دس گنا اجر ملتا ہے۔ طبرانی میں ہے جمعہ جمعہ تک بلکہ اور تین دن تک کا کفارہ ہے اس لئے کہ خدا کا فرمان ہے نیکی کرنے والے کو اس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھے اُسے سال بھر کے روزوں کا یعنی تمام عمر روزے سے رہنے کا ثواب ملتا ہے اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ ایک نیکی کا اجر دس نیکیوں کے برابر ہے ایک دن کے روزہ کا ثواب دس روزوں کے برابر ملتا ہے (ترمذی) ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ اس آیت میں حسنہ سے مراد کلمۂ توحید ہے اور سیئہ سے مراد شرک ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی یہ ہے لیکن اُس کی کوئی صحیح سند میری نظر سے نہیں گذری اس آیت کی

تفسیر میں اور بھی بہت سی حدیثیں اور آثار ہیں لیکن انشاء اللہ یہ بھی کافی ہیں۔

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۚ

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے کہ وہ ایک دین ہے مستحکم طریقہ ہے ابراہیم کا جس میں ذرا بھی کجی نہیں

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٧﴾ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي

اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا

لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٨﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۖ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿٩﴾

سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں پہلا ہوں۔

خدا کی نعمتوں کا اعلان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہو رہا ہے کہ آپ پر خدا کی جو نعمت ہے اس کا اعلان کر دیں کہ اس رب نے آپ کو صراط مستقیم دکھا دی ہے جس میں کوئی بھی یا کمی نہیں وہ ثابت اور سالم سیدھی اور ستھری راہ ہے۔ ابراہیم حنیف کی ملت ہے جو مشرکوں میں نہ تھے اس دین سے وہی ہٹتا ہے جو محض بے وقوف ہو۔ اور آیت میں ہے خدا کی راہ میں پورا جہاد کرو وہی خدا ہے جس نے تمہیں برگزیدہ کیا اور کشادہ دین عطا فرمایا جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے۔ ابراہیم علیہ السلام اللہ کے سچے فرمانبردار تھے، مشرک نہ تھے "اللہ کی نعمتوں کے شکرگزار تھے" خدا کے پسندیدہ تھے "راہ مستقیم کی ہدایت پائے ہوئے تھے" دنیا میں بھی ہم نے انہیں بھلائی دی تھی اور میدان قیامت میں بھی وہ نیک و صالح لوگوں میں ہوں گے۔ پھر ہم نے تیری طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیم حنیف کی پیروی کر کہ وہ مشرکین میں نہ تھا۔ یہ یاد رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی ملت کی پیروی کا حکم ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلیل خدا آپ سے افضل ہوں اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اس پر پورا ہوا اور یہ دین آپ ہی کے ہاتھوں کمال کو پہنچا اسی لئے حدیث میں ہے کہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں، اور تمام اولاد آدم کا علی الاطلاق سردار ہوں۔ اور مقام محمود والا ہوں۔ جس کی طرف ساری مخلوق کو رغبت ہوگی یہاں تک کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی۔ ابن مردویہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت فرمایا کرتے تھے أَصْبَحْنَا عَلَىٰ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ وَدِينِ نَبِيِّنَا وَمِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ یعنی ہم نے ملت اسلام پر کلمہ اخلاص پر ہمارے نبی کے دین پر اور ملت ابراہیم حنیف پر صبح کی ہے جو مشرک نہ تھے حضور علیہ السلام سے سوال ہوا کہ سب سے زیادہ محبوب دین اللہ کے نزدیک کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ جو یکسوئی اور آسانی والا ہے۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ جس دن حضرت عائشہ رضی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مونڈھوں پر منہ رکھ کر حبشیوں کے جنگی کرتب ملاحظہ فرمائے تھے اس دن آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ اس لئے کہ یہود یہ جان لیں کہ ہمارے دین میں کشادگی ہے اور میں سہل اور آسان دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ اور حکم ہوتا ہے کہ آپ مشرکوں سے اپنا مخالف ہونا بھی بیان فرما دیں وہ خدا کے سوا دوسروں کی عبادت کرتے ہیں دوسروں کے نام پر ذبیحہ کرتے ہیں میں صرف اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں اسی کے نام پر ذبیحہ کرتا ہوں چنانچہ بقر عید کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو بھیڑے ذبح کئے تو إِنِّي وَجَّهْتُ الخ کے بعد یہی آیت پڑھی آپ ہی اس امت میں اول مسلم تھے اس لئے کہ یوں تو ہر نبی اور ان کی ماننے والی امت مسلم ہی تھی۔ سب کی دعوت اسلام ہی کی تھی سب خدا کی خالص عبادت کرتے رہے جیسے فرمان ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ یعنی تجھ سے پہلے بھی جتنے رسول ہم نے بھیجے سب پر یہ بات واضح کر دی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تم سب میری ہی عبادت کرو۔ حضرت نوح علیہ السلام کا فرمان قرآن میں موجود ہے

کہ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تم سے کوئی اُجرت طلب نہیں کرتا میرا اجر میرے رب کے ذمہ ہے مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں رہوں۔ اور آیت میں ہے وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ الخ۔ ملتِ ابراہیمی سے وہی ہٹتا ہے جس کی آنکھیں ہی پھوٹ گئی ہوں وہ دنیا میں بھی برگزیدہ خدا تھا اور آخرت میں بھی صالح لوگوں میں سے ہے اُسے جب اس کے ربّ نے فرمایا تو تابعدار بن جا اس نے جواب دیا کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار ہوں اسی کی وصیت ابراہیم نے اپنی اولاد کو کی تھی اور یعقوب نے اپنی اولاد کو کہ اے میرے بچو! اللہ نے تمہارے لئے اس دین کو پسند فرما لیا ہے پس تم اسلام ہی پر مرنا حضرت یوسف علیہ السلام کی آخری دعا میں ہے خدایا تو نے مجھے ملک عطا فرمایا خواب کی تعبیر سکھائی آسمان و زمین کا ابتداء میں پیدا کرنے والا تو ہی ہے تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا ولی ہے مجھے اسلام کی حالت میں فوت کرنا اور نیک کاروں میں ملا دینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا۔ میرے بھائیو! اگر تم ایماندار ہو اگر تم مسلم ہو تو تمہیں اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ سب نے جواب دیا کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل رکھا ہے اللہ! ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا۔ اور ہمیں اپنی رحمت کے ساتھ ان کافروں سے بچا لے۔ اور آیت میں فرمانِ باری ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ الخ ہم نے توراۃ اتاری جس میں ہدایت و نور ہے جس کے مطابق وہ انبیاء حکم کرتے ہیں جو مسلم ہیں یہودیوں کو بھی اور ربانیوں کو بھی اور احبار کو بھی الخ اور فرمان ہے وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ الخ میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ سب نے کہا ہم نے ایمان قبول کیا ہمارے مسلمان ہونے پر تم گواہ رہو۔ یہ آیتیں صاف بتلا رہی ہیں اللہ نے اپنے نبیوں کو اسلام کے ساتھ ہی بھیجا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ مخصوص شریعتیں جو ان کے لئے ہر طرح مناسب تھیں دی گئی تھیں۔ بدلتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین آنے پر پہلے دین منسوخ ہو گئے اور نہ منسوخ ہونے والا نہ بدلنے والا ہمیشہ رہنے والا دین اسلام آپ کو ملا۔ جس پر ایک جماعت قیامت تک قائم رہے گی اور اس پاک دین کا جھنڈا ابد الآباد تک لہراتا رہے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ہم انبیاء کی جماعت علاتی بھائی ہیں ہم سب کا دین ایک ہی ہے بھائیوں کی ایک قسم تو علاتی ہے جن کا باپ ایک ہو مائیں الگ الگ ہوں ایک قسم اخیافی جن کی ماں ایک ہو باپ جدا گانہ ہوں اور ایک عینی بھائی ہیں جن کا باپ بھی ایک ہو اور ماں بھی ایک ہو۔ پس کل انبیاء کا دین ایک ہی ہے یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت اور شریعت مختلف ہیں باعتبار احکام کے۔ اس لئے انہیں علاتی بھائی فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اولیٰ کے بعد نماز میں اِنِّيْ وَجَّهْتُ اور یہ آیت پڑھ کر پھر یہ پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْمَلِكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ جَمِيْعًا لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ وَاهْدِنِيْ لِاَحْسَنِ الْاَخْلَاقِ لَا يَهْدِيْ لِاَحْسَنِهَآ اِلَّآ اَنْتَ وَاصْرِفْ عَنِّيْ سَيِّئَهَا لَا يَصْرِفُ عَنِّيْ سَيِّئَهَآ اِلَّآ اَنْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ یہ حدیث لمبی ہے اس کے بعد راوی نے رکوع و سجدہ اور تشہد کی دعاؤں کا ذکر کیا ہے (مسلم)

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۭ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا

آپ فرما دیجئے کہ کیا میں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر

ف اس کا یہ مطلب تھا تو قطعاً غلط ہو گا کہ ابتداء میں تو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا اور بعد میں کوئی اور بھی شریک ہو گیا۔ ابتدا کی قید صرف اس پر زور دینے کے لئے ہے کہ ہر چیز کی ابتداء اور ایجاد جبکہ پہلے سے کوئی نمونہ بھی نہ ہو بہت مشکل ہے پھر نمونہ کو دیکھ کر تو ہر کوئی بنا سکتا ہے ۱۲ انظر شاہ

ف یعنی ان کے مظالم کے ہم تختہ مشق نہ بنیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری

عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿١٠﴾

رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا۔ پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا۔ پھر وہ تم کو جتلاوے گا جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار ہے

کافروں کو نہ تو خلوصِ عبادت نصیب ہے، نہ سچا توکل خدا میسّر ہے ان سے کہہ دے کہ کیا میں بھی تمہاری طرح اپنے اور سب کے سچے معبود کو چھوڑ کر جھوٹے معبود بنالوں؟ میری پرورش کرنے والا، حفاظت کرنے والا، بچانے والا، میرے کام بنانے والا، میری بگڑی کو سنوارنے والا تو اللہ ہی ہے۔ پھر میں دوسرے کا سہارا کیوں لوں؟ مالک خالق کو چھوڑ کر بے بس اور محتاج کے پاس کیوں جاؤں؟ گویا اس آیت میں توکل علی اللہ اور عبادتِ خدا کا حکم ہوتا ہے۔ یہ دونوں چیزیں عموماً ایک ساتھ بیان ہوا کرتی ہیں جیسے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں اور فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ میں اور قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا میں اور رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا میں اور دوسری آیتوں میں بھی۔ پھر قیامت کے دن کی خبر دیتا ہے کہ ہر شخص کو اُس کے اعمال کا بدلہ عدل و انصاف سے ملے گا۔ نیکوں کو جزا اور بُروں کو سزا۔ ایک کے گناہ دوسرے پر نہیں جائیں گے۔ کوئی قرابت دوسرے کے عوض پکڑا نہ جائیگا اس دن ظلم نہ ہوگا، نہ کسی کے گناہ بڑھائے جائیں، نہ کسی کی نیکی گھٹائی جائے۔ ہر ایک کو اپنی اپنی بھرنی۔ ہاں جن کے دائیں ہاتھ میں اعمالنامے ملے ہیں اُن کے نیک اعمال کی برکت اُن کی اولاد کو بھی پہنچے گی۔ جیسے فرمان ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ الخ یعنی جو ایمان لائے اور اُن کی اولاد نے بھی اُن کے ایمان میں اُن کی تابعداری کی ہم اُن کی اولاد کو بھی اُن کے بلند درجے میں پہنچادیں گے گو اُن کے اعمال اُس درجے کے نہ ہوں لیکن چونکہ اصل ایمان میں شرکت ہے اس لئے درجات میں بھی بڑھا دیں گے اور یہ درجہ ماں باپ کے درجے گھٹا کر نہ بڑھیں گے بلکہ یہ اللہ کا فضل و کرم ہوگا ہاں بُرے لوگ اپنے بد اعمالی کے جھگڑے میں گھرے ہوں گے تم بھی عمل کر رہے ہو ہم بھی کر رہے ہیں خدا کے ہاں سب کو جانا ہے وہاں اعمال کا حساب ہونا ہے پھر معلوم ہو جائے گا کہ اس اختلاف میں حق اور رضائے ربِّ مرضیٔ مولیٰ کس کے ساتھ تھی۔ ہمارے اعمال سے تم اور تمہارے اعمال سے ہم خدا کے ہاں پوچھے نہ جائیں گے۔ قیامت کے دن خدا کے ہاں سچے فیصلے ہوں گے اور وہ باعلم خدا ہمارے درمیان سچے فیصلے فرما دے گا۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا

رکوع ۲۰ ع ۱۱

لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١١﴾

تاکہ (ظاہراً) تم کو آزماوے ان چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں۔ بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا (بھی) ہے اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا (بھی) ہے۔

خلافتِ ارضی

اُس خدا نے تمہیں زمین کے آباد کرنے والے بنائے ہیں ایک کے بعد ایک آتے رہتے ہیں ایسا نہیں کیا کہ زمین پر فرشتے بستے ہوں فرمان ہے عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ الخ ممکن ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن کو غارت کر دے اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنا کر دیکھے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ اُس نے تمہارے درمیان مختلف درجے رکھے ہیں کوئی امیر ہے، کوئی غریب ہے، کوئی خوش خو ہے، کوئی بد اخلاق ہے، کوئی خوبصورت ہے، کوئی بدصورت۔ یہ بھی اُس کی حکمت ہے، اُسی نے روزیاں تقسیم کی ہیں ایک کو ایک کے ماتحت کر دیا ہے۔ فرمان ہے اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ الخ دیکھ لے کہ ہم نے ان میں سے ایک کو ایک پر کیسے فضیلت دی ہے؟ الخ اس سے ارادہ یہ ہے کہ آزمائش و امتحان ہو جائے۔ امیر آدمیوں کا شکر فقیروں کا صبر معلوم ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا میٹھی اور سبز رنگ ہے۔ اللہ تمہیں

اس میں خلیفہ بنا کر دیکھ رہا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو۔ ؎ پس تمہیں دنیا سے ہوشیار رہنا چاہیے اور عورتوں کے بارے میں بہت احتیاط سے رہنا چاہیے۔ بنو اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے بارے میں ہی تھا۔ آخر آیت اور آخر سورت میں اپنے دونوں وصف بیان فرمائے۔ عذاب کا بھی اور ثواب کا بھی پکڑ کا بھی اور بخشش کا بھی۔ اپنے نافرمانوں پر ناراضگی کا اور اپنے فرمانبرداروں پر رضامندی کا۔ عموماً قرآن کریم میں یہ دونوں صفتیں ایک ساتھ ہی بیان فرمائی جاتی ہیں جیسے فرمان ہے وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ اور آیت میں ہے نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ یعنی تیرا رب اپنے بندوں کا گناہ بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت دردناک عذاب والا بھی ہے پس ان آیتوں میں رغبت اور رہبت دونوں ہیں جنت اور اپنے فضل کا لالچ بھی دلاتا ہے اور آگ اور عذاب سے دھمکاتا بھی ہے کبھی کبھی ان دونوں وصف کو الگ الگ بیان فرماتا ہے تاکہ عذاب سے بچنے اور نعمتوں کے حاصل کرنے کا خیال پیدا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حکموں کی پابندی اور اپنی ناراضگی کے کاموں سے نفرت نصیب فرمائے اور ہمیں کامل یقین عطا فرمائے کہ ہم اس کے کلام پر ایمان و یقین رکھیں وہ قریب و مجیب ہے وہ دعاؤں کا سننے والا ہے وہ جواد اور کریم اور وہاب ہے۔ آمین۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر مومن صحیح طور پر خدا کے عذاب سے واقف ہو جائے تو اس کی جنت کی طمع کسی کو نہ رہے اور اگر کافر اللہ کی رحمت سے کما حقہ واقف ہو جائے تو کسی کو بھی جنت سے مایوسی نہ ہو اللہ نے سو رحمتیں بنائی ہیں جن میں سے صرف ایک کو بندوں کے درمیان رکھی ہے اسی سے ایک دوسرے پر رحم و کرم کرتا ہے باقی ننانوے تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ حدیث ترمذی اور مسلم شریف میں بھی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی پیدائش کے وقت ایک تحریر لکھی جو اس کے پاس عرش پر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے کئے جن میں سے ننانوے تو اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین پر نازل فرمایا اسی ایک حصے میں مخلوق کو ایک دوسرے پر شفقت و کرم ہے۔ یہاں تک کہ جانور بھی اپنے بچے پر سے اپنا پاؤں رحم کھا کر اٹھا لیتا ہے کہ کہیں اسے تکلیف نہ ہو۔

الحمد للہ سورۂ انعام کی تفسیر ختم ہوئی فالحمد للہ

تفسیر سورۂ اعراف مکیہ

سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ وَسِتُّ آيَاتٍ وَأَرْبَعٌ وَعِشْرُونَ رُكُوعًا

کلماتہا ۳۳۸۷ حروفہا ۱۴۶۳۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الٓمٓصٓ ① كِتَابٌ أُنزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُن فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ②

یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اسلئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اسکے ذریعہ سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہیے اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ③

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو۔ تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو

ف حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ عورت میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔ آپ کے ان مختلف ارشادات میں کوئی تضاد نہیں۔ غرض آپ کی یہ ہے کہ عورت کے ساتھ اسکی مزاجی رفتار کو پیش نظر رکھ کر معاملہ کیا جائے نہ تو وارفتگی کا یہ عالم ہو کہ اسے دھوکا کھاجا اور نہ بغض کی یہ انتہا ہو کہ ان کو ان کے جائز حقوق سے بھی محروم کر دیا جائے ۱۲ انظر شاہ کشمیری

ایک کتاب جو واجب الاتباع ہے

اس سورت کی ابتدا میں جو حروف ہیں ان کے متعلق جو کچھ بیان ہمیں کرنا تھا اُسے تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں مع اختلافِ علماء کے ہم لکھ آئے ہیں۔ ابن عباس رضؓ سے اس کے معنی منقول ہیں کہ اس سے مراد اَنَا اللّٰہُ اَفْصِلُ ہے یعنی میں اللہ ہوں میں تفصیل وار بیان فرما رہا ہوں۔ سعید بن جبیرؒ سے بھی یہی روایت ہے یہ کتاب قرآن کریم تیری جانب تیرے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے تو اس میں کوئی شک نہ کر نا دل تنگ نہ ہو نا اس کے پہنچانے میں کسی سے نہ ڈرنا نہ کسی کا لحاظ کرنا۔ بلکہ اگلے اولوالعزم پیغمبروں کی طرح صبر و تحمل کے ساتھ کلام خدا کی تبلیغ مخلوقِ خدا میں کرنا۔ اس کا نزول اس واسطے ہوا ہے کہ تو کافروں کو ہوشیار اور متنبہ کر دے۔ یہ قرآن مومنوں کے لئے نصیحت و عبرت اور وعظ و پند ہے۔ اس کے بعد تمام دنیا کو حکم ہوتا ہے کہ اس نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو اس کے قدم بقدم چلو۔ یہ تمہارے رب کا بھیجا ہوا ہے۔ کلامِ خدا تمہارے پاس لایا ہے۔ وہ خدا تم سب کا خالق و مالک ہے اور تمام جانداروں کا رب ہے۔ خبردار ہرگز ہرگز نبی سے ہٹ کر دوسروں کی تابعداری میں نہ لگنا ورنہ حکم عدولی کی سزا ہوگی۔ افسوس تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو جیسے فرمان ہے گو تم چاہو لیکن اکثر لوگ اپنی بے ایمانی پر ہی اڑے رہیں گے اور آیت میں ہے وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یعنی اگر تو انسانوں کی کثرت کی طرف جھک جائے گا تو وہ تجھے غلط راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں گے۔ سورۂ یوسف میں فرمان ہے اکثر لوگ خدا کو مانتے ہوئے بھی شرک سے باز نہیں رہتے۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾ فَمَا كَانَ

اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے سو جس وقت

دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ

ان پر عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلتی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے

اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾

جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔

انکار اور پھر خدا کا عذاب

ان لوگوں کو جو ہمارے رسولوں کی مخالفت کرتے تھے انھیں جھٹلاتے تھے تم سے پہلے ہم ہلاک کر چکے ہیں دنیا اور آخرت کی ذلت اُن پر پڑی۔ جیسے فرمان ہے تجھ سے اگلے رسولوں سے بھی مذاق کیا گیا لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ مذاق کرنے والوں کو ان کے مذاق نے تہ و بالا کر دیا۔ اور آیت میں ہے بہت سی ظالم بستیوں کو ہم نے غارت کر دیا جو اب تک اُلٹی پڑی ہیں۔ اور جگہ ارشاد ہے بہت سے اتراتے ہوئے لوگوں کے شہر ہم نے ویران کر دیئے۔ دیکھ لو کہ اب تک اُن کے کھنڈرات تمہارے سامنے ہیں جو بہت کم آباد ہوئے ہیں۔ حقیقتاً وارث و مالک ہم ہی ہیں۔ ایسے ظالموں کے پاس ہمارا عذاب اچانک آ گیا اور وہ اپنی غفلتوں اور عیاشیوں میں مشغول تھے۔ کہیں دوپہر کے آرام کے وقت کہیں رات کے سونے کے وقت۔ چنانچہ ایک آیت میں ہے اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ۝ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝ یعنی لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اُن کے سوتے ہوئے راتوں کے وقت ہمارا عذاب آجائے یا انھیں ڈر نہیں ہے کہ دوپہر کو اُن کے آرام کے وقت اُن پر ہمارا عذاب آجائے۔ اور آیت میں ہے کہ کیا مکاریوں سے ہماری نافرمانیاں کرنے والے اس بات سے نڈر ہو گئے ہیں کہ خدا انھیں زمین میں دھنسا دے یا اُن کے پاس عذابِ خدا اس طرح آجائے کہ اُنھیں پتہ بھی نہ چلے یا خدا انھیں اُن کی بے خبری کی آرام کی گھڑیوں میں ہی پکڑ لے کوئی نہیں جو خدا کو عاجز کر سکے۔ بہت ممکن ہے کہ خدا انھیں خوفزدہ بنا کر اور اپنی گرفت میں لے لے۔ یہ تو رب کی رحمت و رافت ہے جو گنہگار زمین پر چلتے پھرتے ہیں۔ عذابِ خدا آجانے کے بعد تو یہ خود اپنی

زبانوں سے اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے لیکن اُس وقت کیا نفع ؟ اسی مضمون کو آیت وَكَمْ قَصَمْنَا الخ میں بیان فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تک خدائے تعالیٰ بندوں کے عذر ختم نہیں کر دیتا انھیں عذاب نہیں کرتا۔ عبدالملک سے جب یہ حدیث اُن کے شاگردوں نے سُنی تو دریافت کیا اُس کی کیا صورت ہے ؟ تو آپ نے یہی آیت فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ الخ پڑھکر سُنائی۔ پھر فرمایا اُمتوں سے اُن کے رسولوں سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔ جیسے فرمان ہے وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ○ یعنی اس دن ندا کی جائے گی اور دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا ؟ اس آیت میں اُمتوں سے سوال کیا جانا بیان کیا گیا ہے۔ اور آیت میں ہے يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ الخ رسولوں کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جمع کرے گا اور اُن سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا ؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں کوئی علم نہیں غیب کا جاننے والا تو ہی ہے۔ پس اُمت سے رسولوں کی قبولیت کی بابت اور رسولوں سے تبلیغ کی بابت قیامت کے دن سوال ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں سے ہر ایک با اختیار ہے اور اپنے زیرِ اختیار لوگوں کی بابت اُس سے سوال کیا جانے والا ہے بادشاہ سے اُس کی رعایا کا ہر آدمی سے اُس کے اہل وعیال کا ہر عورت سے اُس کے خاوند کے گھر کا ہر غلام سے اُس کے آقا کے مال کا سوال ہوگا۔ راویِ حدیث حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو بیان فرما کر پھر اسی آیت کی تلاوت کی۔ اس اضافہ کے بغیر یہ حدیث صحیحین میں بھی موجود ہے اور یہ اضافہ ابن مردویہ نے نقل کیا ہے۔ قیامت کے دن نامۂ اعمال رکھے جائیں گے اور سارے اعمال ظاہر ہو جائیں گے۔ خدائے تعالیٰ ہر شخص کو اُس کے اعمال کی خبر دے گا۔ کسی کے عمل کے وقت خدا غائب نہ تھا۔ ہر ہر چھوٹے بڑے، چھپے کھلے عمل کی خدا کی طرف سے خبر دی جائے گی۔ خدا ہر شخص کے اعمال سے باخبر ہے اُس پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں، نہ وہ کسی چیز سے غافل ہے۔ آنکھوں کی خیانت سے، سینوں کی چھپی ہوئی باتوں سے وہ واقف ہے ہر پتے کے جھڑنے کا اُسے علم ہے زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ ہوتا ہے اُسے بھی وہ جانتا ہے تر و خشک چیز اس کے پاس کی کھلی کتاب میں موجود ہے

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ⑧

اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ⑨

اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔

وزنِ اعمال

قیامت کے دن نیکی بدی، انصاف وعدل کے ساتھ تولی جائیں گی اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا جیسے فرمان ہے وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن ہم عدل کی ترازو رکھیں گے کسی پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔ رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا تو ہم اُسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے میں کافی ہیں اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ ایک ذرّے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا وہ نیکی کو بڑھاتا ہے اور اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے۔ سورۂ قارعہ میں فرمایا جس کا نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگیا اُسے عیشِ و نشاط کی زندگی ملی، اور جس کا نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگیا اُس کا ٹھکانا ہاویہ ہے جو نام ہے بھڑکتی ہوئی آگ کے خزانہ کا۔ اور آیت میں ہے فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ۔ یعنی جب نفخہ پھونک دیا جائے گا سارے رشتے اور ناتے و نسب حسب ٹوٹ جائیں گے دنی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا نیک اعمال اگر تول میں بڑھ گئے تو فلاح پائی ورنہ خسارہ میں رہے ساتھ جہنم داخل ہوئے "فصل" کوئی تو کہتا ہے کہ خود اعمال تولے جائیں گے کوئی کہتا ہے نامۂ اعمال تولے جائیں گے۔ کوئی کہتا ہے خود عمل کرنے والے تولے جائیں گے۔ ان تینوں قولوں کو اس طرح جمع کرنا بھی ممکن ہے کہ ہم کہیں یہ سب صحیح ہیں۔ کبھی اعمال تولے جائیں گے کبھی نامۂ اعمال کبھی خود اعمال

ط خدا تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ اُمتوں نے انبیاء کو کیا جواب دیا اور انبیاء کے ساتھ کیا معاملہ کیا لیکن یہ کاروائی محض ضابطہ کے لئے ہے اس کو آپ یوں سمجھیں کہ اگر کسی موقعہ واردات پر کوتوالِ شہر خود بھی موجود ہو اور اس نے ظالم کے ظلم کو بچشم خود دیکھا ہو تا ہم ضابطہ کی کاروائی کے بغیر مقدمہ دائر کرنا کوتوال کے لئے ممکن نہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

کرنے والے۔ واللہ اعلم۔ ان تینوں باتوں کی دلیلیں بھی موجود ہیں۔ پہلے قول کا مطلب یہ ہے کہ اعمال گو ایک بے جسم چیز ہیں لیکن قیامت کے دن خدائے تعالیٰ انہیں جسم عطا فرمائے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران قیامت کے دن دو سائبانوں یا دو ابر کی یا پَر پھیلائے پرندوں کے دو جھنڈ کی صورت میں آئیں گی۔ اور حدیث میں ہے کہ قرآن اپنے قاری اور عامل کے پاس ایک نوجوان خوش شکل نورانی چہرے والے کی صورت میں آئے گا۔ یہ اُسے دیکھ کر پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ یہ کہے گا کہ میں قرآن ہوں جو تجھے راتوں کی نیند نہیں کرنے دیتا تھا اور دنوں میں پانی پینے سے روکتا تھا۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ والی حدیث میں جس میں قبر کے سوال جواب کا ذکر ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ مؤمن کے پاس ایک نوجوان خوبصورت خوش بُو آئے گا۔ یہ اُس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میں تیرا نیک عمل ہوں اور کافر و منافق کے پاس اس کے برخلاف شخص کے آنے کا بیان ہے یہ تو تھیں پہلے قول کی دلیلیں۔ دوسرے قول کی دلیلیں یہ ہیں ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کے سامنے اُس کے گناہوں کے ننانوے دفتر پھیلائے جائیں گے جن میں سے ہر ایک اتنا بڑا ہوگا جتنی دُور تک نظر پہنچے۔ پھر ایک پرچہ نیکی کا لایا جائے گا جس میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہوگا۔ یہ کہے گا خدایا یہ اتنا سا پرچہ ان دفتروں کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتا ہے۔؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اس سے بے خطر رہ کہ تجھ پر ظلم کیا جاوے۔ اب وہ پرچہ اُن دفتروں کے مقابلہ میں نیکی کے پلڑے میں رکھا جائے گا تو وہ سب دفتر اونچے ہو جائیں گے اور یہ سب سے زیادہ وزن دار اور بھاری ہو جائے گا۔ (ترمذی) تیسرا قول بھی دلیل رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے ایک بہت موٹا تازہ گنہگار انسان خدا کے سامنے لایا جائے گا۔ لیکن ایک مچھر کے پَر کے برابر بھی وزن خدا کے پاس اُس کا نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ہم قیامت کے دن اُن کے لئے کوئی وزن قائم نہ کریں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں جو حدیثیں ہیں اُن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی پتلی پنڈلیوں پر نہ جانا خدا کی قسم اللہ کے نزدیک یہ اُحد پہاڑ سے بھی زیادہ وزن دار ہیں۔

ع ۱ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ (۱۰)

اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگانی پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو

کفرانِ نعمت

اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرما رہا ہے کہ اس نے زمین اپنے بندوں کے رہنے سہنے کو بنا دی اس میں مضبوط پہاڑ گاڑ دیئے کہ ہلے جلے نہیں اس میں چشمے جاری کر دیئے اس میں منزلیں اور گھر بنانے کی طاقت انسان کو عطا فرمائی اور بہت سے نفع کی چیزیں اس کے لئے رکھ دیں۔ ابر مقرر کر کے اُس میں سے پانی برسا کر ان کے لئے کھیت اور باغات مقرر کر دیئے تلاش معاش کے ذریعے جمع کر دیئے تجارت اور کمائی کے ڈھنگ سکھا دیئے۔ باوجود اس کے اکثر لوگ پوری شکر گذاری نہیں کرتے اور آیت میں فرمان ہے وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ؀ یعنی اگر تم خدا کی نعمتوں کو گننے بیٹھو تو یہ بھی تمہارے بس کی بات نہیں۔ لیکن انسان بڑا ہی ناانصاف اور ناشکرا ہے مَعَايِشَ تو جمہور کی قرأت ہے لیکن عبدالرحمٰن ابن ہرمز اعرج مَعَائِشَ پڑھتے ہیں اور ٹھیک وہی ہے جس پر اکثریت ہے اس لئے کہ معایش جمع ہے مَعِيْشَةٌ کی اُس کا باب عاش يَعِيْشُ عَيْشًا ہے مَعِيْشَةٌ کی اصل مَعْيِشَةٌ ہے کسرہ یے پر ثقیل ہے نقل کر کے ماقبل کو دیا مَعِيْشَةٌ ہو گیا لیکن جمع کے وقت پھر کسرہ ی پر آ گیا۔ کیونکہ اب ثقل نہ رہا پس مَفَاعِل کے وزن پر مَعَايِشُ ہو گیا کیونکہ اس کلمہ میں یا اصلی ہے بخلاف مدائن صحائف اور بصائر کے جو مدینہ صحیفہ اور بصیرہ کی جمع ہے باب مدن صحف اور البصر سے۔ ان میں چونکہ یا زائد ہے اس لئے ہمزہ دی جاتی ہے اور مفاعل کے وزن پر جمع آتی ہے۔ واللہ اعلم

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ڰ فَسَجَدُوْٓا

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا

إِلَّا إِبْلِيسَ لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ①

بجز ابلیس کے وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔

ایک اور انعام جو انسان پر کیا گیا

انسان کے شرف کو اس طرح بیان فرماتا ہے کہ تمہارے باپ آدم کو میں نے بنایا اور ابلیس کی عداوت کو بیان فرما رہا ہے کہ اُس نے تمہارے باپ آدم کا حسد کیا۔ ہمارے فرمان سے سب فرشتوں نے سجدہ کیا مگر اس نے حکم برداری نہ کی۔ پس تمہیں چاہیے کہ دشمن کو دشمن سمجھو۔ اور اُس کے داؤں گھات سے ہوشیار رہو اسی واقعہ کا ذکر آیت وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا الخ میں بھی ہے حضرت آدم علیہ السلام کو پروردگار نے اپنے ہاتھ سے مٹی سے بنایا' انسانی صورت عطا فرمائی' پھر اپنے پاس کی روح پھونکی پھر اپنی شان کی جلالت منوانے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ ان کے سامنے جھک جاؤ سب نے سنتے ہی اطاعت کر لی۔ لیکن ابلیس نہ مانا۔ اس واقعہ کو سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہم لکھ آئے ہیں۔ اس آیت کا بھی یہی مطلب ہے اور اسی کو امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی پسند فرمایا ہے۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انسان اپنے باپ کی پیٹھ میں پیدا کیا جاتا ہے اور اپنی ماں کے پیٹ میں صورت دیا جاتا ہے اور بعض سلف نے بھی لکھا ہے کہ اس آیت میں مراد اولادِ آدمؑ ہیں۔ ضحاک کا قول ہے کہ آدمؑ کو پیدا کیا پھر اُس کی اولاد کی صورت بنائی لیکن یہ سب اقوال غور طلب ہیں کیونکہ آیت میں اس کے بعد ہی فرشتوں کے سجدے کا ذکر کیا ہے اور ظاہر ہے کہ سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کے لئے ہی ہوا تھا۔ جمع کے صیغے سے اس کا بیان اس لئے ہوا کہ حضرت آدمؑ تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ اسی کی نظیر آیت وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ الخ ہے کہ خطاب اُن بنی اسرائیل سے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھے اور دراصل ابر کا سایہ اُن سے پہلوں پر ہوا تھا جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں تھے نہ کہ ان پر۔ لیکن چونکہ ان کے اکابر پر سایہ کرنا یہ وہ احسان تھا کہ ان کو بھی اُس کا شکر گزار ہونا چاہئے تھا اس لئے انہی کو خطاب کر کے اپنی وہ نعمت یاد دلائی۔ یہاں یہ روشن ہے اور اس کے بالکل برعکس آیت وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ الخ ہے کہ مراد آدمؑ ہیں کیونکہ صرف وہی مٹی سے بنائے گئے اُن کی کُل اولاد نطفے سے پیدا ہوتی اور یہی صحیح ہے کیونکہ مراد جنس انسان ہے نہ کہ معین۔ واللہ اعلم۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ۖ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ②

حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا۔ کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے

غرورِ شیطانی

أَلَّا تَسْجُدَ میں لَا بقول بعض نحویوں کے زائد ہے اور بعض کے نزدیک انکار کی تاکید کے لئے ہے جیسے کہ شاعر کے قول مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ میں مَا نافیہ پر اِنْ نفی کے لئے صرف تاکید اداخل ہوا ہے اسی طرح یہاں بھی ہے کہ پہلے لَمْ يَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ ہے پھر مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ ان دونوں قولوں کو بیان کر کے انہیں رد کرتے ہیں اور فرماتے ہیں مَنَعَكَ۔ ایک دوسرے فعل مقدر کا متضمن ہے تو تقدیر عبارت یوں ہوئی مَا أَحْوَجَكَ وَأَلْزَمَكَ وَاضْطَرَّكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ یعنی تجھے کس چیز نے بے بس محتاج اور ملزم کر دیا کہ تو سجدہ نہ کرے وغیرہ۔ یہ قول بہت ہی قوی ہے اور بہت عمدہ ہے واللہ اعلم۔ ابلیس نے جو وجہ بتائی سچ تو یہ ہے کہ وہ عذرِ گناہ بدتر از گناہ کی مصداق ہے۔ گویا وہ اطاعت سے اس لئے باز رہتا ہے کہ اُس کے نزدیک فاضل کو مفضول کے سامنے سجدہ کئے جانے کا حکم ہی نہیں دیا جا سکتا۔ تو وہ ملعون کہہ رہا ہے کہ میں اس سے بہتر ہوں پھر مجھے اس کے سامنے جھکنے کا حکم کیوں ہو رہا ہے؟ پھر اپنے بہتر ہونے کے ثبوت میں کہتا ہے کہ میں آگ سے بنا' یہ مٹی سے۔ ملعون اصل عنصر کو دیکھتا ہے اور اس فضیلت کو بھول جاتا ہے کہ مٹی والے کو اللہ عزوجل نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے اور اپنی روح پھونکی ہے۔ پس وجہ

اس لئے کہ اُس نے فرمانِ خداوندی کے ہوتے ہوئے قیاسِ فاسد سے کام لیا اور سجدے سے رُک گیا، خدا کی رحمتوں سے دُور ڈال دیا گیا اور تمام نعمتوں سے محروم رہ گیا۔ اس ملعون نے اپنے قیاس اور اپنے دعوے میں بھی خطا کی مٹی کے اوصاف ہیں نرم ہونا حاملِ مشقت ہونا، دوسرے کا بوجھ سہارنا، چیزوں کو اُگانا بڑھانا، پرورش کرنا، اصلاح کرنا وغیرہ۔ اور آگ کی صفت ہے جلدی کرنا جلا دینا بے چینی پھیلانا، پھونک دینا۔ اسی لئے ابلیس اپنے گناہ پر اَڑ گیا اور حضرت آدمؑ نے اپنے گناہ کی معذرت کی اس سے توبہ کی اور خدا کی طرف رجوع کیا۔ رب کے احکام کو تسلیم کیا اپنے گناہ کا اقرار کیا، رب سے معافی چاہی، بخشش کے طالب ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ ابلیس آگ کے شعلے سے اور انسان اُس چیز سے جو تمہارے سامنے بیان کر دی گئی ہے یعنی مٹی سے (مسلم) اور روایت میں ہے فرشتے نورِ عرش سے جنات آگ سے۔ ایک غیر صحیح حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ حورعین زعفران سے بنائی گئی ہیں۔ امام حسنؒ فرماتے ہیں ابلیس نے یہ قیاس کیا اور یہی پہلا شخص ہے جس نے قیاس کا دروازہ کھولا۔ اس کی اسناد صحیح ہے حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے پہلا قیاس کرنے والا ابلیس ہے۔ یاد رکھو سورج چاند کی پرستش بھی قیاس کی بدولت شروع ہوئی ہے اس کی اسناد بھی صحیح ہے۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ (۳)

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا

قَالَ اَنْظِرْنِيْ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (۵)

وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔

کبر اور اس پر دائمی لعنت

ابلیس کو اسی وقت حکم ملا کہ میری نافرمانی اور میری حکمبرداری سے رُکنے کے باعث اب تو یہاں جنت میں نہیں رہ سکتا یہاں سے اُتر جا کیونکہ یہ جگہ تکبر کرنے کی نہیں بعضوں نے کہا ہے فِيْهَا کی ضمیر مرجع منزلت ہے یعنی جن ملکوت اعلیٰ میں تو ہے اس مرتبے میں کوئی سرکش رہ نہیں سکتا۔ جا یہاں سے چلا جا تو اپنی سرکشی کے بدلے ذلیل و خوار ہستیوں میں شامل کر دیا گیا۔ تیری ضد اور ہٹ کی یہی سزا ہے۔ اب لعین گھبرایا اور خدا سے مہلت چاہنے لگا کہ مجھے قیامت تک کی ڈھیل دی جائے۔ چونکہ جنابِ باری جل جلالہٗ کی اس میں مصلحتیں اور حکمتیں تھیں بھلے بُروں کو دنیا میں ظاہر کرنا تھا اور اپنی حجت پوری کرنی تھی۔ اس ملعون کی اس درخواست کو منظور فرما لیا۔ اُس حاکم پر کسی کی حکومت نہیں اُس کے سامنے بولنے کی کسی کو مجال نہیں کوئی نہیں جو اس کے ارادے کو ٹال سکے کوئی نہیں جو اس کے حکم کو بدل سکے وہ سریع الحساب ہے۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ

وہ کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں اُن کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے

اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ۭ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ (۷)

آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائیے گا۔

ابلیس ملعون کے دم خم

ابلیس نے جب عہدِ خداوندی لے لیا تو اب بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے لگا کہ جیسے تو نے میری راہ ماری ف میں بھی آدم کی اولاد کی راہ ماروں گا۔ اور حق کے اور نجات کے تیرے سیدھے راستے سے انہیں روکوں گا اور بہکا بہکا کر تیری توحید سے اور تیری عبادت سے ہٹا دوں گا۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ فَبِمَآ میں ب قسم کے لئے ہے یعنی

ف یہ بھی ابلیس کی ایک اور گستاخی ہے کہ اپنی ضلالت و گمراہی کی نسبت خدا تعالیٰ کی جانب کرتا ہے ۱۲ انظر شاہ۔ ط یعنی ان کو گمراہ کروں گا ۱۲ انظر شاہ

مجھے قسم ہے اس میری بربادی کے مقابلہ میں اس کی اولاد کو برباد کر کے رہوں گا۔ عون بن عبداللہ کہتے ہیں میں مکہ کے راستے پر بیٹھ جاؤں گا۔ لیکن صحیح یہی ہے کہ نیکی کے ہر راستے پر۔ چنانچہ مسند احمد کی مرفوع حدیث میں ہے کہ شیطان ابن آدم کی تمام راہوں پر بیٹھتا ہے وہ اسلام کی راہ کی رکاوٹ کے لئے بیٹھ کر اسلام لانے والے کے دل میں وسوسے پیدا کرتا ہے کہ اپنے اور اپنے باپ دادوں کے دین کو کیوں چھوڑتا ہے۔ خدا کو اگر بہتری منظور ہوتی ہے تو وہ اس کی باتوں میں نہیں آتا اور اسلام قبول کر لیتا ہے۔ ہجرت کی راہ مارنے کے لئے بیٹھتا ہے اور کہتا ہے اپنے وطن کو چھوڑتا ہے؟ اپنی زمین و آسمان سے الگ ہوتا ہے؟ غربت کی بیکس زندگی اختیار کرتا ہے؟ لیکن مسلمان اس کے بہکانے میں نہیں آتا اور ہجرت کر گذرتا ہے پھر جہاد کی روک کے لئے آتا ہے اور جہاد مال سے ہے اور جان سے۔ اس سے کہتا ہے کہ تو کیوں جہاد میں جاتا ہے؟ وہاں قتل کر دیا جائے گا۔ پھر تیری بیوی دوسرے کے نکاح میں چلی جائے گی، تیرا مال اوروں کے قبضے میں چلا جائے گا لیکن مسلمان اس کی نہیں مانتا اور جہاد میں قدم رکھ دیتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کا خدا پر حق ہے کہ وہ انہیں جنت میں لے جائے گو وہ جانور سے گر کر ہی مر جائیں ف اس دوسری آیت کی تفسیر میں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ آگے سے آنے کا مطلب آخرت کے معاملہ میں شک و شبہ دل میں پیدا کرنا ہے۔ دوسرے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی رغبتیں دلاؤں گا، دائیں طرف سے آنا امر دین کو مشکوک کرنا ہے، بائیں طرف سے آنا گناہوں کو لذیذ بنانا ہے، شیطان کا یہی کام ہے۔ اور روایت میں ہے کہ شیطان کہتا ہے میں ان کی دنیا، آخرت، نیکیاں، بھلائیاں سب تباہ کر دینے کی کوشش میں رہوں گا اور برائیوں کی طرف ان کی رہبری کروں گا۔ وہ سامنے سے آکر کہتا ہے کہ جنت، دوزخ، قیامت کوئی چیز نہیں۔ وہ پشت کی جانب سے آکر کہتا ہے۔ دیکھ دنیا کس قدر زینت دار ہے، وہ دائیں سے آکر کہتا ہے خبردار نیکی کی راہ بہت کٹھن ہے، وہ بائیں سے آکر کہتا ہے۔ دیکھ گناہ کس قدر لذیذ ہیں۔ پس ہر طرف سے آکر ہر طرح بہکاتا ہے۔ ہاں یہ خدا کا کرم ہے کہ وہ اوپر کی طرف سے نہیں آسکتا۔ خدا کے اور بندے کے درمیان حائل ہو کر رحمت خدا کی روک نہیں بن سکتا۔ پس سامنے یعنی دنیا اور پیچھے یعنی آخرت اور دائیں یعنی اس طرح کہ دیکھیں اور بائیں یعنی اس طرح نہ دیکھ سکیں یہ اقوال سب ٹھیک ہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تمام خیر کے کاموں سے روکتا ہے اور شر کے تمام کام سمجھاتا ہے۔ اوپر کی سمت کا نام آیت میں نہیں۔ وہ سمت رحمت خدا کے آنے کے لئے خالی ہے اور وہاں شیطان کی رکاوٹ نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اکثروں کو تو شاکر نہیں پائے گا۔ ابلیس کا گو یہ ہمیشہ ہی وہم تھا لیکن نکلا مطابق واقعہ۔ جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ الخ یعنی ابلیس نے اپنا گمان پورا کر دکھایا سوا مومنوں کی پاکباز جماعت کے اور لوگ اس کے مطیع بن گئے حالانکہ شیطان کی کچھ حکومت تو ان پر نہ تھی مگر ہاں ہم صحیح طور سے ایمان رکھنے والوں کو اور شکی لوگوں کو الگ الگ کر دینا چاہتے تھے۔ تیرا رب ہر چیز کا حافظ ہے۔ مسند بزار کی ایک حسن حدیث میں ہر طرف سے پناہ مانگنے کی ایک دعا آئی ہے الفاظ یہ ہیں اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَدُنْيَايَ وَأَهْلِي وَمَالِي اَللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَآمِنْ رَوْعَاتِي وَاحْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِي وَعَنْ يَمِينِي وَعَنْ شِمَالِي وَمِنْ فَوْقِي وَأَعُوذُ بِكَ اَللّٰهُمَّ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر صبح شام اس دعا کو پڑھتے تھے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَافِيَةَ فِي الدِّينِ وَالْآخِرَةِ اس کے بعد کی دعا کے کچھ فرق سے تقریباً وہی الفاظ ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔

(۸) قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُومًا مَّدْحُورًا ۖ لَّمَن تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنكُمْ أَجْمَعِينَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جو شخص ان میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

ف مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان جہاد میں گھوڑے پر بیٹھ کر شرکت کرے اور جہاد کی ابھی نوبت بھی نہیں آئی تھی کہ اس کا گھوڑا بدکا اور وہ گر کر مر گیا تو بھی خدا تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائیں گے حالانکہ ابھی اس کی تلوار نے کفار کو قتل بھی نہیں کیا تھا تو معمولی خدمت یعنی صرف جہاد کی شرکت ہی پر خدا تعالیٰ نے یہ اجر عطا فرمایا ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

عبرت انگیز انجام

اس پر خدا کی لعنت نازل ہوتی ہے رحمت سے دُور کر دیا جاتا ہے۔ فرشتوں کی جماعت سے الگ کر دیا جاتا ہے۔ ملعون قرار دے کر اتار دیا جاتا ہے لفظ مذؤم ماخوذ ہے ذم اور ذیم سے اور یہ لفظ بہ نسبت لفظ ذم کے زیادہ مبالغہ والا ہے پس اس کے معنی عیب دار کے ہوئے اور مدحور کے معنی دُور کئے ہوئے کے ہیں۔ مقصد دونوں سے ایک ہی ہے۔ پس یہ ذلیل ہو کر خدائی غضب میں مبتلا ہو کر نیچے اُتار دیا گیا خدا کی لعنت اس پر نازل ہوئی اور نکال دیا گیا۔ اور فرمایا گیا کہ تو اور تیرے ماننے والے سب کے سب جہنم کا ایندھن ہیں جیسے اور آیت میں ہے فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ الخ تمہاری سب کی سزا جہنم ہے الخ۔ تو جس طرح چاہ انہیں بہکا لیکن اس سے مایوس ہو جا کہ میرے خاص بندے تیرے وسوسوں میں آجائیں اُن کا وکیل میں آپ ہوں۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں آدمی کھاؤ اور اس درخت کے پاس

الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ

مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار میں آجاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے۔ پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا

عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ

دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ

اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۱۱﴾

یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ یقین جانیے کہ میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

ابلیس کی گمراہ کن کوششیں

ابلیس کو نکال کر حضرت آدم و حوا کو جنت میں پہنچا دیا گیا اور بجز ایک درخت کے انہیں ساری جنت کی چیزیں کھانے کی رخصت دیدی گئی اس کا تفصیلی بیان سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ شیطان کو اس سے بڑا ہی حسد ہوا۔ ان کی نعمتوں کو دیکھ کر لعین جل گیا اور ٹھان لی کہ جس طرح ہو انہیں بہکا کر خدا کے خلاف کر دوں۔ چنانچہ جھوٹ افترا باندھ کر ان سے کہنے لگا کہ دیکھو یہ درخت وہ ہے جس کے کھانے سے تم فرشتے بن جاؤ گے اور ہمیشہ کی زندگی اسی جنت میں پاؤ گے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ ابلیس نے کہا میں تمہیں ایک درخت کا پتہ دیتا ہوں جس سے تمہیں بقا اور ہمیشگی والا ملک مل جائے۔ یہاں ہے کہ اُن سے کہا تمہیں اس درخت سے صرف اس لئے روکا گیا ہے کہ کہیں تم فرشتے بن جاؤ جیسے فرمان ہے يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا۔ مطلب یہ ہے کہ لِئَلَّا تَضِلُّوْا۔ اور آیت میں ہے۔ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ یہاں بھی یہی مطلب ہے مَلَكَيْنِ کی دوسری قرأت مَلِكَيْنِ بھی ہے لیکن جمہور کی قرأت لام کے زبر کے ساتھ ہے پھر اپنا اعتبار جمانے کے لئے قسمیں کھانے لگا۔ کہ دیکھو میری بات کو سچی مانو میں تمہارا خیر خواہ ہوں تم سے پہلے سے ہی یہاں رہتا ہوں ہر ایک چیز کے خواص سے واقف ہوں تم اسے کھا لو بس پھر یہیں رہو گے بلکہ فرشتے بن جاؤ گے۔ قَاسَمَ گو باب مفاعلہ سے ہے اور اُس کی خاصیت طرفین کی مشارکت ہے لیکن یہاں یہ خاصیت نہیں ہے ایسے اشعار بھی ہیں جہاں قَاسَمَ آیا ہے اور صرف ایک طرف کے لئے۔ اس قسم کی وجہ سے اس خبیث کے بہکانے میں حضرت آدم آ گئے۔ سچ ہے مومن اُس وقت دھوکا کھا جاتا ہے جب کوئی ناپاک انسان خدا کو بیچ میں دیتا ہے چنانچہ سلف کا قول ہے کہ ہم خدا کے نام کے بعد اپنے ہتھیار ڈال دیا کرتے ہیں۔

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا

پس ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان

لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

تمہارا صریح دشمن ہے۔ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا۔ اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان

شجر ممنوعہ کا استعمال، اس کے اثرات اور عبد منیب کی انابت و اعتراف

ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قد مثل درخت کھجور کے بہت لانبا تھا اور سر پر بہت لمبے لمبے بال تھے درخت کھانے سے پہلے انھیں اپنی شرمگاہ کا علم بھی نہ تھا نظر ہی نہ پڑی تھی لیکن اس خطا کے ہوتے ہی وہ ظاہر ہو گئی بھاگنے لگے تو بال ایک درخت میں الجھ گئے کہنے لگے کہ اے درخت مجھے چھوڑ دے درخت سے جواب ملا کہ ناممکن ہے اسی وقت خدائے تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ اے آدم مجھ سے بھاگ رہا ہے کہنے لگے خدایا شرمندگی ہے شرمسار ہوں گو یہ روایت مرفوع بھی مروی ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ موقوف ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں درخت سنبلہ کھا لیا اور چھپانے کی چیز ظاہر ہو گئی جنت کے پتوں سے چھپانے لگے۔ ایک کو ایک پر چپکانے لگے حضرت آدم ؑ مارے غیرت کے ادھر اُدھر بھاگنے لگے لیکن ایک درخت کے ساتھ الجھ کر رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ندا دی کہ آدم مجھ سے بھاگتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں خدایا مگر شرماتا ہوں۔ جناب باری نے فرمایا آدم جو کچھ میں نے تجھے دے رکھا تھا کیا وہ تجھے کافی نہ تھا۔ آپ نے جواب دیا بیشک کافی تھا لیکن خدایا مجھے یہ علم نہ تھا کہ کوئی تیرا نام لے کر تیری قسم کھا کر جھوٹ کہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تو میری نافرمانی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اور تکلیفیں اٹھانی ہوں گی۔ چنانچہ جنت سے دونوں کو اتار دیا گیا اب اس کشادگی کے بعد کی یہ تنگی ان پر بہت گراں گزری کھانے پینے کو ترس گئے پھر انھیں لوہے کی صنعت سکھائی گئی کھیتی کا کام بتایا گیا آپ نے زمین صاف کی دانے بوئے وہ آگے بڑھے بالیں نکلیں، دانے پکے، پھر توڑے گئے، پھر پیسے گئے، پھر آٹا گوندھا، پھر روٹی تیار ہوئی، پھر کھائی۔ جب جا کر بھوک کی تکلیف سے نجات پائی۔ انجیر کے پتوں سے اپنا آگا پیچھا چھپانے پھرتے تھے جو کپڑے جیسے تھے وہ نورانی پردے تھے جن سے ایک دوسرے سے یہ اعضا چھپے ہوئے تھے۔ نافرمانی ہوتے ہی ہٹ گئے اور وہ نظر آنے لگے حضرت آدم ؑ اسی وقت خدا کی طرف رجوع کرنے لگے توبہ استغفار کی طرف جھک پڑے بخلاف ابلیس کے کہ اس نے سزا کا نام سنتے ہی اپنے ابلیسی ہتھیار یعنی ہمیشہ کی زندگی وغیرہ طلب کی۔ خدا نے دونوں کی دعا سنی اور دونوں کی طلب کردہ چیزیں عنایت فرمائیں۔ روایت ہے کہ حضرت آدم ؑ نے جب درخت کھا لیا اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس درخت سے میں نے تمھیں روک دیا تھا پھر تم نے اسے کیوں کھایا؟ کہنے لگے حوا نے مجھے اس کی رغبت دلائی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُن کی سزا یہ ہے کہ حمل کی حالت میں بھی تکلیف میں رہیں گی بچہ ہونے کے وقت بھی تکلیف اٹھائیں گی یہ سنتے ہی حضرت حوا نے نوحہ شروع کیا حکم ہوا کہ یہی تجھ پر اور تیری اولاد پر لکھ دیا گیا۔ حضرت آدم ؑ نے جناب باری میں عرض کی اور خدا نے انھیں دعا سکھائی جو دعا انھوں نے کی اور قبول ہوئی قصور معاف فرما دیا گیا۔ فالحمد للہ۔

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔

تکوینی اُمور اور ان کا نفاذ

بعض کہتے ہیں یہ خطاب حضرت آدم علیہ السلام کو حضرت حوا کو شیطان ملعون کو اور سانپ کو ہے بعض سانپ کا ذکر نہیں کرتے یہ ظاہر ہے کہ اصل مقصد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور شیطان ملعون جیسے سورۂ طٰہٰ میں ہے اِهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا۔ حوا حضرت آدم علیہ السلام کے تابع تھیں اور سانپ کا ذکر اگر صحت تک پہنچ جائے تو وہ ابلیس کے حکم میں آگیا مفسرین نے بہت سے اقوال ذکر کئے ہیں کہ آدم کہاں اُترے شیطان کہاں پھینکا گیا وغیرہ۔ لیکن دراصل اُن کا مخرج بنی اسرائیل کی روایتیں ہیں اور اُن کی صحت کا علم اللہ ہی کو ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اُس جگہ کے جان لینے سے کوئی دینی فائدہ نہیں اگر ہوتا تو اُس کا بیان قرآن میں یا حدیث میں ضرور ہوتا۔ کہہ دیا گیا کہ اب تمہارے قرار کی جگہ زمین ہے وہیں تم اپنی مقررہ زندگی کے دن پورے کرو گے جیسے کہ ہماری پہلی کتاب لوحِ محفوظ میں اول ہی سے لکھا ہوا موجود ہے اسی زمین پر جیو گے اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دبائے جاؤ گے اور پھر حشر و نشر بھی اسی میں ہو گا جیسے فرمان ہے مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَىٰ یعنی اولادِ آدم کے جینے کی جگہ بھی یہی اور مرنے کی جگہ بھی یہی قبریں بھی اسی میں اور قیامت کے دن اُٹھیں گے بھی اسی سے پھر بدلہ دیئے جائیں گے۔

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا ۖ وَلِبَاسُ

اے اولادِ آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہاری پردہ داریوں کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا

التَّقْوَىٰ ذَٰلِكَ خَيْرٌ ۚ ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ①

لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔

لباسِ تقویٰ

یہاں اللہ تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتا ہے کہ اُس نے لباس اُتارا اور ریش بھی۔ لباس تو وہ ہے جس سے انسان اپنا ستر چھپائے۔ اور ریش وہ ہے جو بطور زینت رونق اور جمال کے پہنا جائے۔ اول تو ضروریاتِ زندگی سے ہے اور ثانی زیادتی ہے ریش کے معنی مال کے بھی ہیں اور ظاہری پوشاک کے بھی ہیں۔ اور جمال خوش لباسی کے بھی ہیں۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے نیا کرتہ پہنتے ہوئے جبکہ گلے تک وہ پہن لیا فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي كَسَانِي مَا أُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي۔ پھر فرمانے لگے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا ہے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص نیا کپڑا پہنے اور اُس کے گلے تک پہنچتے ہی یہ دعا پڑھے پھر پرانا کپڑا راہِ اللہ دیدے تو وہ اللہ کے ذمے میں، اللہ کی پناہ میں اور اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ زندگی میں بھی اور بعد از مرگ بھی (ترمذی ابن ماجہ وغیرہ) مسند احمد میں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک نوجوان سے ایک کرتہ تین درہم کو خریدا اور اُسے پہنا جو پہنچوں اور ٹخنوں تک پہنچا اور پہنتے وقت آپ نے یہ دعا پڑھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَزَقَنِي مِنَ الرِّيَاشِ مَا أَتَجَمَّلُ بِهِ فِي النَّاسِ وَأُوَارِي بِهِ عَوْرَتِي۔ یہ دعا سُن کر آپ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے؟ کہ آپ اسے کپڑا پہننے کے وقت پڑھتے تھے یا آپ از خود اسے پڑھ رہے ہیں؟ فرمایا میں نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ لِبَاسَ التَّقْوَىٰ کی دوسری قرأت لِبَاسُ التَّقْوَىٰ سین کے زبر سے بھی ہے۔ رفع سے پڑھنے والے اسے مبتدا کہتے ہیں اور اس کے بعد کا جملہ اس کی خبر ہے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد قیامت کے دن پرہیزگاروں کو جو لباس عطا ہو گا

لہ یعنی وہ مقام جہاں پر آدم علیہ السلام کو اُتارا گیا تھا مولانا غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان میں لکھا ہے کہ آدم ہندوستان میں اُتارے گئے تھے اور مشہور بھی یہی۔ ابن کثیر نے یہ بڑا قیمتی اصول ذکر کیا ہے کہ جن چیزوں کے جاننے میں کوئی دینی فائدہ نہیں ان کو معلوم کرنے کی کوشش بیکار ہے آجکل کے بہت سے فتنوں کا مبنیٰ صرف یہ ہی ہے کہ ایک غیر اہم چیز کو اہم بلکہ دین کا بڑا ستون قرار دے کر غیر ضروری مباحث اور مناظروں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

وہ ہے ابن جریج کا قول ہے لباسِ تقویٰ ایمان ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عمل صالح ہے۔ عروہؒ کہتے ہیں مراد اس سے مشیتِ خداوندی ہے عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں خدا کے ڈر سے اپنی ستر پوشی کرنا لباسِ تقویٰ ہے۔ یہ کل اقوال آپس میں ایک دوسرے کے خلاف نہیں بلکہ مراد یہ سب کچھ ہے۔ اور باہم یک دیگر قریب قریب ہیں۔ ایک ضعیف سند والی روایت میں حضرت حسن سے مرقوم ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبرِ نبوی پر کھلی گھنڈیوں کا کرتا پہنے ہوئے کھڑا دیکھا اُس وقت آپ کتوں کے مار ڈالنے کا اور کبوتر بازی کی ممانعت کا حکم دے رہے تھے پھر آپ نے فرمایا لوگو! اللہ سے ڈرو خصوصاً اپنی پوشیدگیوں میں اور چپکے چپکے کانا پھوسی کرنے میں میں نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ قسم کھا کر بیان فرماتے تھے کہ جو شخص جس کام کو پوشیدہ سے پوشیدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُسی کی چادر اس پر علانیہ ڈال دیگا اگر نیک ہے تو نیک اور بد ہے تو بد۔ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی اور فرمایا اس سے مراد خوش خلقی ہے۔ ہاں صحیح حدیث میں صرف اتنا مروی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر کتوں کے قتل کرنے اور کبوتروں کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ

اے اولادِ آدم کی شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمہارے دادا دادی کو جنت سے باہر کرا دیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی

عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ

ان سے اُتروا دیا تاکہ ان کو ان کے پردہ کا بدن دکھلائی دینے لگے اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ

لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲

تم ان کو نہیں دیکھتے ہو ہم شیطانوں کو انہیں لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

شیطانی اغوا سے حفاظت کا اہتمام

تمام انسانوں کو اللہ تبارک و تعالیٰ متنبہ کر رہا ہے کہ دیکھو ابلیس کی مکاریوں سے بچتے رہنا وہ تمہارا بڑا ہی دشمن ہے دیکھو اُسی نے تمہارے باپ آدم کو دارِ سرور سے نکالا اور اس مصیبت کے قید خانے میں ڈالا اُن کی پردہ دری کی۔ پس تمہیں اُس کے ہتھکنڈوں سے بچنا چاہیے جیسے فرمان ہے اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۭ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا یعنی کیا تم ابلیس اور اُس کی قوم کو اپنا دوست بناتے ہو؟ مجھے چھوڑ کر؟ حالانکہ وہ تو تمہارا دشمن ہے ظالموں کو بہت ہی بُرا بدلہ ہے۔

وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَاۗءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ ۭ

اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے۔ آپ کہدیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا

اَتَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۳ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ

کیا خدا کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے۔ آپ کہدیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رُخ سیدھا

مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڛ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ

رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خاص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو۔ تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہو گے

عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

ثابت ہو چکی ہے ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق بنا لیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں

یعنی بُرائی اگر کتنا ہی چھپ کر کی جائے خدا تعالیٰ اُسکو بھی ظاہر فرما دیتے ہیں اور بُرائی بھی بہرحال ظاہر ہو کر رہتی ہے حق تعالیٰ کا ایک نام ستار العیوب بھی ہے یعنی بُرائیوں کو چھپانے والا لیکن بُرائیوں کو اُچھالنا خدا تعالیٰ کی اس صفت (ستر عیب) کے خلاف نہیں کیونکہ بالعموم اسی وقت اس کے عیوب افشا کئے جاتے ہیں جبکہ اسکو ان عیوب کی عادت ہی پڑ جائے۔

برائیوں کی نسبت خدا تعالیٰ کی جانب گستاخی ہے

مشرکین ننگے ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جیسے ہم پیدا ہوئے ہیں اُسی حالت میں طواف کریں گے۔ عورتیں بھی آگے کوئی چمڑے کا ٹکڑا یا اور کوئی چیز رکھ لیتی تھیں اور کہتی تھیں ؎
اَلْیَوْمَ یَبْدُوْ بَعْضُہٗ اَوْ کُلُّہٗ + وَمَا بَدَا مِنْہُ فَلَآ اُحِلُّہٗ آجکل اس کا تھوڑا سا حصہ یا کل حصہ ظاہر ہو جائے گا اور جتنا بھی ظاہر ہو میں اُسے اس کے لئے جائز نہیں رکھتی اس پر آیت وَاِذَا فَعَلُوْا الخ نازل ہوئی یہ دستور تھا کہ قریش کے سوائے تمام عرب بیت اللہ شریف کا طواف اپنے پہنے ہوئے کپڑوں میں نہیں کرتے تھے سمجھتے تھے کہ یہ کپڑے جنھیں پہن کر خدا کی نافرمانیاں کی ہیں اس قابل نہیں رہے کہ انھیں پہنے ہوئے طواف کر سکیں ہاں قریش جو اپنے تئیں حُمس کہتے تھے اپنے کپڑوں میں ہی طواف کرتے تھے اور جن لوگوں کو قریش کپڑے بطور اُدھار دیں وہ بھی ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہن کر طواف کر سکتا تھا یا وہ شخص کپڑے پہنے طواف کر سکتا تھا جس کے پاس نئے کپڑے ہوں۔ پھر طواف کے بعد ہی اُنھیں اُتار ڈالتا تھا اب یہ کسی کی ملکیت نہیں ہونے کے۔ پس جس کے پاس نیا کپڑا نہ ہو اور حُمس بھی اُسے اپنا کپڑا نہ دے تو اُسے ضروری تھا کہ وہ ننگا ہو کر طواف کرے۔ خواہ عورت ہو خواہ مرد عورت اپنے آگے کے عضو پر کچھ معمولی سی کوئی چیز رکھ لیتی اور وہ کہتی جس کا بیان اوپر گذرا لیکن عموماً عورتیں رات کے وقت طواف کرتی تھیں یہ بدعت انھوں نے از خود گھڑ لی تھی اور سند بجز باپ دادوں کے اس فعل کو اور اُن کے پاس کچھ نہ تھی لیکن اپنی خوش فہمی اور خوش ظنی سے کہدیتے تھے کہ خدا کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ اُن کا خیال تھا کہ اگر یہ فرمودہ خدا نہ ہوتا تو ہمارے بزرگ اس طرح نہ کرتے۔ اس لئے حکم ہوتا ہے کہ اے نبی آدم آپ ان سے کہدیجئے کہ خدائے تعالیٰ بے حیائی کے کاموں کا حکم نہیں کرتا۔ ایک تو بُرا کام کرتے ہو دوسرے حقیقت کے خلاف اس کی نسبت خدا کی طرف کرتے ہو۔ یہ بہت بڑی جرأت اور بے باکی ہے۔ کہدے کہ رب العالمین کا حکم تو عدل و انصاف کا ہے استقامت اور دیانت داری کا ہے بُرائیوں اور گندے کاموں کے چھوڑنے کا ہے عبادتیں ٹھیک طور پر بجا لانے کا ہے جو اس طرح پر ہوں جو طریقہ خدا کے سچے رسولوں نے جن کی سچائی اُن کے زبردست معجزوں سے خدا نے ثابت کر دی ہے اُن کی لائی ہوئی شریعت پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنا۔ جب تک اخلاص اور پیغمبر کی تابعداری کسی کام میں نہ ہو خدا کے ہاں وہ مقبول نہیں ہوتا اُس نے جس طرح تمھیں اوّل اوّل پیدا کیا ہے اس طرح دوبارہ بھی لوٹائے گا دنیا میں بھی اُسی نے پیدا کیا آخرت کے دن بھی وہی قبروں سے دوبارہ پیدا کرے گا۔ پہلے تم کچھ نہ تھے اُس نے تمھیں بنایا اب مرنے کے بعد پھر بھی وہ تمھیں زندہ کرے گا۔ جیسے اُس نے شروع میں تمھاری ابتدا کی تھی اُسی طرح پھر سے تمھارا اعادہ کرے گا۔ چنانچہ حدیث میں بھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا۔ لوگو! تم اللہ کے سامنے ننگے پیروں ننگے بدنوں بے ختنہ جمع کئے جاؤ گے۔ جیسے کہ ہم نے تمھیں اول پیدائش میں کیا تھا اُسی کو پھر دوہرائیں گے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے اور ہم اسے کر کے ہی رہنے والے ہیں یہ روایت صحیحین میں بھی ہے۔ یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ جیسے ہم نے لکھدیا ہے ویسے ہی تم ہو گے۔ ایک روایت میں ہے جیسے تمھارے اعمال تھے ویسے ہی تم ہو گے یہ بھی معنی ہیں کہ جس کی قسمت میں بدبختی لکھدی ہے وہ بدبختی اور بداعمالی کی طرف ہی لوٹے گا گو درمیان میں نیک ہو گیا ہو اور جس کی تقدیر میں شروع سے ہی نیکی اور سعادت لکھدی گئی ہے وہ انجام کار نیک ہی ہو گا گو اُس سے کسی وقت بُرائی کے اعمال بھی سرزد ہو جائیں جیسے کہ فرعون کے زمانے کے جادوگر کہ ساری عمر سیاہ کاریوں اور کفر میں کٹی لیکن آخری وقت مسلمان اولیاء اللہ ہو کر مرے۔ یہ بھی معنی ہیں کہ خدا تم میں سے ہر ایک کو ہدایت پر یا گمراہی پر پیدا کر چکا ہے ایسے ہی ہو کر تم ماں کے پیٹ سے نکلو گے۔ یہی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کی پیدائش کی مومن و کافر ہونے کی حالت میں جیسے فرمان ہے ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ پھر انھیں اسی طرح قیامت کے دن لوٹائے گا یعنی مومن و کافر کے گروہوں میں۔ اسی قول کی تائید صحیح بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اُس کی قسم جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں کہ تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے

اعمال کرتا ہے یہاں تک کہ اُس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک بالشت بھر کا یا ہاتھ بھر کا فرق رہ جاتا ہے پھر اُس پر لکھا ہوا سبقت کر جاتا ہے اور دوزخیوں کے اعمال شروع کر دیتا ہے اور اُسی میں داخل ہو جاتا ہے اور کوئی جہنمیوں کے اعمال کرنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ جہنم سے ایک ہاتھ یا ایک بالشت دُور رہ جاتا ہے کہ تقدیر کا لکھا آگے آجاتا ہے اور وہ جنتیوں کے اعمال کرنے لگتا ہے اور جنت نشین ہو جاتا ہے۔ دوسری روایت بھی اسی طرح کی ہے اُس میں یہ بھی ہے کہ وہ کام اس کے لوگوں کی نظروں میں جہنم اور جنت کے ہوتے ہیں اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے۔ اور حدیث میں ہے ہر نفس اُسی پر اُٹھایا جائے گا جس پر تھا (مسلم) اور روایت میں ہے جس پر مرا۔ اگر آیت سے مراد یہی لی جائے۔ تو اُس میں اور اُس کے بعد کے فرمان فَأَقِمْ وَجْهَكَ میں اور صحیحین کی حدیث کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے پھر اُس کے ماں باپ اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ میں اور صحیح مسلم کی حدیث جس میں فرمان باری ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو فطرتِ سلیم پر پیدا کیا۔ پھر شیطان نے انھیں ان کے دین سے بہکا دیا۔ میں کوئی جمع کی وجہ ہونی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مؤمن و کافر ہونے کے لئے پیدا کیا دوسرے حال میں گو پہلے حال میں تمام مخلوق کو اپنی معرفت و توحید پر پیدا کیا تھا کہ اُس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ جیسے کہ اُس نے ان سے روزِ میثاق میں عہد بھی لیا تھا۔ اور اُسی وعدے کو ان کی جبلت میں اور ان کی گھٹی میں رکھ دیا تھا باوجود اس کے اُس نے مقدر کیا تھا کہ ان میں سے بعض شقی اور بد بخت ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے اُسی نے تمھیں پیدا کیا پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور بعض مؤمن۔ اور حدیث میں ہے ہر شخص صبح کرتا ہے پھر اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے۔ کوئی ہیں جو اُسے آزاد کرا لیتے ہیں، کوئی ہیں جو اُسے ہلاک کر بیٹھتے ہیں۔ تقدیر خدا مخلوقِ خدا میں جاری ہے اُسی نے مقدر کیا اُسی نے ہدایت کی۔ اُسی نے ہر ایک کو اُس کی پیدائش دی۔ پھر رہنمائی کی۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ جو لوگ سعادت والوں میں سے ہیں اُن پر نیکیوں کے کام آسان ہوں گے اور جو شقاوت والے ہیں اُن پر بدیاں آسان ہوں گی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے اُس فرقہ نے راہ پائی اور ایک فرقے پر گمراہی ثابت ہو چکی۔ پھر اس کی وجہ بیان فرمائی کہ انھوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا لیا ہے۔ اس آیت سے اُس مذہب کی تردید ہوتی ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو کسی معصیت کے عمل پر یا کسی گمراہی کے عقیدے پر عذاب نہیں کرتا تاوقتیکہ اُس کے پاس صحیح چیز صاف آجائے اور پھر وہ اپنی بُرائی پر ضد اور عناد سے جما رہے کیونکہ اگر یہ مذہب صحیح ہوتا تو جو لوگ ہیں گمراہ لیکن اپنے تئیں ہدایت پر سمجھتے ہیں اور جو واقعی ہدایت پر ہیں ان میں کوئی فرق نہ ہونا چاہیے تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں فرق کیا ان کے نام میں بھی اور ان کے احکام میں بھی۔ آیت آپ کے سامنے موجود ہے پڑھ لیجیے۔

۳۱ يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ ﴿۳۱﴾ ع ۱۰

اے اولادِ آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو۔ بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا حد سے نکل جانے والوں کو

مساجد کے لئے اہتمام

اس آیت میں مشرکین کا رد ہے وہ ننگے ہو کر بیت اللہ کا طواف کرتے تھے جیسے کہ پہلے گذرا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ ننگے مرد دن کو طواف کرتے تھے اور ننگی عورتیں رات کو۔ اُس وقت عورتیں کہا کرتی تھیں کہ آج اُس کے خاص جسم کا کل حصہ یا کچھ حصہ گو ظاہر ہو لیکن کسی کو وہ اس کا دیکھنا جائز نہیں کرتیں۔ پس اس کے خلاف مسلمانوں کو حکم ہوتا ہے کہ اپنا لباس پہن کر مسجدوں میں جاؤ اللہ تعالیٰ زینت لے لینے کا حکم دیتا ہے اور مراد زینت سے لباس ہے اور لباس وہ ہے جو اعضائے مخصوصہ کو چھپا لے اور جو اُس کے سوا ہو مثلاً اچھا کپڑا وغیرہ۔ ایک حدیث میں ہے کہ یہ آیت جوتیوں سمیت نماز پڑھنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ غور طلب۔ اور اس کی صحت میں بھی کلام ہے واللہ اعلم۔ یہ آیت اور جو کچھ اس کے معنی میں سُنت میں وارد ہے اُس سے نماز کے وقت زینت کرنا مستحب ثابت ہوتا ہے۔ خصوصاً جمعہ

① یعنی صبح سے اعمالِ نیک کا اگر سلسلہ شروع ہوا تو نجات ہے اور اگر بد عملی سے دن کا آغاز ہوا تو تباہی ہے مولانا شاہ کشمیری۔

کے دن اور عید کے دن اور خوشبو لگانا بھی مسنون طریقہ ہے اس لئے کہ وہ زینت میں سے ہی ہے اور مسواک کرنا بھی کیونکہ وہ بھی زینت کو پورا کرنے میں داخل ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ سب سے افضل لباس سفید کپڑا ہے جیسے کہ مسند احمد کی صحیح حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں سفید کپڑے پہنو وہ تمہارے تمام کپڑوں سے افضل ہیں اور اسی میں اپنے مُردوں کو کفن دو سب سُرموں میں بہتر سُرمہ اثمد ہے وہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور بالوں کو اُگاتا ہے۔ سُنن کی ایک اور حدیث میں ہے۔ سفید کپڑوں کو ضروری جانو اور انہیں پہنو بہت اچھے اور بہت پاک صاف ہیں انہی میں اپنے مُردوں کو کفن دو۔ طبرانی میں ہے کہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک چادر ایک ہزار کو خریدی تھی۔ نمازوں کے وقت اُسے پہن لیا کرتے تھے۔ اس کے بعد کی نصف آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام طب اور حکمت جمع کر دی۔ ارشاد ہے کھاؤ پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کھاؤ پیو۔ لیکن دو باتوں سے بچو اسراف سے اور تکبر سے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے کھاؤ پیو پہنو اوڑھو۔ لیکن صدقہ بھی کرتے رہو اور تکبر اور اسراف سے بچتے رہو۔ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے کے جسم پر دیکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کھاؤ اور پہنو اور صدقہ کرو اور اسراف سے اور خود بینی سے رُک جاؤ نیز فرماتے ہیں انسان اپنے پیٹ سے زیادہ بُرا کوئی برتن نہیں بھرتا۔ انسان کو چند لقمے جس سے اُس کی پیٹھ سیدھی رہے کافی ہیں۔ اگر یہ کافی نہ ہو تو زیادہ سے زیادہ اپنے پیٹ کے تین حصے کرلے۔ ایک کھانے کے لئے ایک پانی کے لئے ایک سانس کے لئے۔ فرماتے ہیں یہ بھی اسراف میں سے ہے کہ جو تو چاہے کھائے۔ لیکن یہ حدیث غریب ہے۔ مشرکین جہاں ننگے ہو کر طواف کرتے تھے وہاں زمانہ حج میں چربی کو بھی اپنے اوپر حرام جانتے تھے تو خدا نے دونوں باتوں کے خلاف حکم نازل فرمایا۔ یہ بھی اسراف ہے کہ خدا کے حلال کردہ کھانے کو حرام کر دیا جائے۔ خدا کی دی ہوئی حلال روزی بیشک انسان کھائے پیئے۔ حرام چیز کا کھانا بھی اسراف ہے۔ حرام حلال کی خدا کی مقرر کی ہوئی حدوں سے گذر نہ جاؤ۔ نہ حرام کو حلال کرو نہ حلال کو حرام کہو۔ ہر ایک حکم کو اُسی کی جگہ پر رکھو ورنہ مُسرف اور دشمنِ خدا بن جاؤ گے۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِىَ لِلَّذِيْنَ

آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ①

روز قیامت خالص رہیں دنیوی زندگی میں خالص اہل ایمان کے لئے ہیں۔ ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھ داروں کے واسطے صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں۔

شریعت میں تصرف کا کسی کو حق نہیں

کھانے پینے اوڑھنے کی ان بعض چیزوں کو بغیر خدا کے فرمائے حرام کر لینے والوں کی تردید ہو رہی ہے اور انہیں اُن کے اس فعل سے روکا جا رہا ہے یہ سب چیزیں اللہ پر ایمان رکھنے والوں اور اُس کی عبادت کرنے والوں کے لئے ہی تیار ہوئی ہیں گو دنیا میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہیں لیکن پھر قیامت کے دن یہ الگ کر دیئے جائیں گے اور صرف مومن ہی خدا کی نعمتوں سے نوازے جائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ مشرک ننگے ہو کر خدا کے گھر کا طواف کرتے تھے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے جاتے تھے۔ پس یہ آیتیں اُتریں۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ

آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو ان میں جو علانیہ ہیں وہ بھی اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو

اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ②

اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کی تم

ف مطلب یہ ہے کہ اگر امیر ہے تو اس کو کھانے میں پینے میں پہننے میں بخل نہیں کرنا چاہئے لیکن یہ یاد رہے کہ اپنی ریاست کے اظہار کے لئے حرام کا ناحرام پہننا جائز نہیں مثلاً کوئی شخص ریشمین کپڑا استعمال کرے تو یہ بالکل ناجائز اور ممنوع ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

بُرائیوں کو چھوڑنے کا حکم

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خدا سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں۔ سورۂ انعام میں چھپی کھلی بےحیائیوں کے متعلق پوری تفسیر گذر چکی ہے۔ اور خدائے تعالیٰ نے ہر گناہ کو حرام کر دیا ہے اور بے وجہ ظلم و تعدی کو سرکشی اور غرور کو بھی اس نے حرام کیا ہے پس اِثم سے مراد ہر وہ گناہ ہے جو انسان آپ کرے اور بَغی سے مراد وہ گناہ ہے جس میں دوسرے کا نقصان کرے یا اُس کی حق تلفی کرے اسی طرح رب کی عبادت میں کسی کو شریک کرنا بھی حرام ہے اور ذاتِ خدا پر بہتان باندھنا بھی۔ مثلاً اُس کی اولاد بتلانا وغیرہ۔ جو واقعہ کے خلاف محض جہالت کی باتیں ہیں۔ جیسے فرمان ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ الخ۔ بتوں کی نجاست سے بچو الخ۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳﴾

اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد معین ہے سو جس وقت ان کی میعاد معین آجاوے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ

اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو جو شخص پرہیز رکھے اور درستی کرے

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ

سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتادیں گے اور ان سے تکبر کریں گے

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۵﴾

وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

موت ٹل سکتی ہے لیکن وقت ٹل سکتا نہیں

ہر زمانے اور ہر زمانے والوں کیلئے خدا کی طرف سے انتہائی مدت مقرر ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ ناممکن ہے کہ اُس سے ایک منٹ کی تاخیر ہو یا ایک لمحے کی جلدی ہو۔ انسانوں کو ڈراتا ہے کہ وہ جب رسولوں سے ڈرانا اور رغبت دلانا سنیں تو بدکاریوں کو ترک کر دیں اور خدا کی اطاعت کی طرف جھک جائیں جب وہ یہ کریں گے تو وہ ہر کھٹکے اور ناامیدی سے محفوظ ہو جائیں گے اور اگر اس کا خلاف کیا نہ دل سے مانا نہ عمل کیا تو وہ دوزخ میں جائیں گے اور پھر ہمیشہ وہیں رہیں گے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ

سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر ظلم باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے

مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ

وہ ان کو مل جاوے گا یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آویں گے تو کہیں گے کہ وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۶﴾

عبادت کیا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے

حسرت و ناکامی

واقعہ یہ ہے کہ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو خدائے تعالیٰ پر جھوٹا بہتان باندھے اور وہ بھی جو خدا کے کلام کی آیتوں کو جھوٹا سمجھے انہیں ان پر لکھا ہوا حصہ ملے گا اس کے معنی ایک تو یہ ہیں کہ انہیں سزا ہوگی ان کے منہ کالے ہوں گے ان کے اعمال کا بدلہ مل کر رہے گا خدا کے وعدے وعید پورے ہو کر رہیں۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ ان

کی عمر عمل اور رزق جو لوحِ محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہ دنیا میں تو لے گا۔ یہ قول قوی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کے بعد کا جملہ اس کی تائید کرتا ہے اسی مطلب کی آیت اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ الخ ہے کہ خدا پر جھوٹ باتیں گھڑ لینے والے فلاح کو نہیں پہنچتے دنیا میں گو کچھ فائدہ اٹھالیں لیکن آخر تو ہمارے سامنے پیش ہوں گے اسی وقت اُن کے کفر کے بدلے میں انھیں ہم سخت سزائیں دیں گے۔ اور آیت میں ہے کافروں کے کفر سے تو غمگین نہ ہو اُن کا لوٹنا ہماری جانب ہی ہوگا۔ پھر ہم خود انھیں اُن کے کرتوت سے آگاہ کریں گے اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید سے واقف ہے وہ دنیوی نفع تھوڑا بہت اُٹھالیں الخ۔ پھر فرمایا کہ ان کی روحوں کو قبض کرنے کے لئے ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے آتے ہیں۔ تو ان سے بطور طنز کہتے ہیں کہ اب اپنے معبودوں کو کیوں نہیں پکارتے کہ وہ تمھیں اس عذاب سے بچالیں۔ آج وہ کہاں ہیں؟ تو یہ نہایت حسرت سے جواب دیتے ہیں کہ افسوس وہ تو کھوئے گئے ہمیں اُن سے اب کسی نفع کی امید نہیں رہی بس اپنے کفر کے آپ ہی معترف ہو کر مرتے ہیں۔

قَالَ ادْخُلُوْا فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ فِی النَّارِؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ

اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گذر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ جس وقت بھی کوئی (کفار کی) جماعت داخل

اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤی اِذَا ادَّارَكُوْا فِیْهَا جَمِیْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا

ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی۔ یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جاویں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار

هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝

ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب (ہم سے) دوگنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرماویں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن (ابھی) تم کو (پوری) خبر نہیں

وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ ع

اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں سو تم بھی اپنے کردار کے مقابلہ میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

نتیجہ ۱۰ جہنم

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مشرکوں کو جو خدا پر افترا باندھتے تھے اس کی آیتوں کو جھٹلاتے تھے فرمائے گا کہ تم بھی اپنے جیسوں کے ساتھ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں خواہ وہ جنات میں سے ہوں خواہ انسانوں میں سے جہنم میں جاؤ۔ فِی النَّارِ یا تو فِیْۤ اُمَمٍ کا بدل ہے یا فِیْۤ اُمَمٍ میں فِیْ معنے میں مَعَ کے ہے۔ ہر گروہ اپنے ساتھ کے اپنے جیسے گروہ پر لعنت کرے گا۔ جیسے کہ خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم ایک دوسرے سے اُس روز کفر کرو گے الخ۔ اور آیت میں ہے اِذْ تَبَرَّاَ الخ یعنی وہ ایسا بُرا وقت ہوگا کہ گرو اپنے چیلوں سے دست بردار ہو جائیں گے عذاب کو دیکھتے ہی سارے تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ مرید لوگ اُس وقت کہنے لگیں گے کہ اگر ہمیں بھی یہاں سے پھر واپس دنیا میں جانا مل جائے۔ تو جیسے یہ لوگ آج ہم سے بیزار ہوگئے ہیں ہم بھی ان سے بالکل ہی دست بردار ہو جائیں اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے کرتوت ان کے سامنے لائے گا جو ان کے لئے سراسر موجب حسرت ہوں گے اور یہ دوزخ سے کبھی آزاد نہ ہوں گے۔ یہاں فرماتا ہے کہ یہ جب سارے کے سارے جہنم میں جاچکیں گے تو پچھلے یعنی تابعداری مریدی اور تقلید کرنے والے اگلوں سے یعنی جن کی وہ وابستہ رہے آن کی بابت اللہ تعالیٰ سے فریاد کریں گے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ یہ گمراہ کرنے والے ان سے پہلے ہی جہنم میں موجود ہوں گے کیونکہ ان کا گناہ بھی بڑھا ہوا تھا کہیں گے کہ خدایا انھیں دگنا عذاب کر چنانچہ اور آیت میں ہے یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ الخ جب کہ ان کے چہرے آتش جہنم میں ادھر ادھر جھلسے جارہے ہوں گے اُس وقت حسرت و افسوس کرتے ہوئے کہیں گے کہ کاش کہ ہم خدا رسول کے مطیع ہوتے۔ خدایا ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی تابعداری کی جنھوں نے ہمیں گمراہ کردیا۔ خدایا انھیں دگنا عذاب کر۔ انھیں جواب ملے گا کہ ہر ایک کے لئے دگنا ہے یعنی ہر ایک کو اس کی برائیوں کا پورا پورا بدلہ مل چکا ہے جیسے فرمان ہے اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

زِدْنٰهُمْ عَذَابًا الخ جنھوں نے کفر کیا اور راہِ خدا سے روکا انھیں ہم عذاب زیادہ کریں گے۔ اور آیت میں ہے وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ اُن کے بوجھ بھی اٹھائیں گے۔ اور آیت میں ہے کہ اُن کے بوجھ بھی ان پر لادے جائیں گے جن کو انھوں نے بے علمی سے گمراہ کیا۔ اب وہ جن کی مانی جاتی رہی اپنے ماننے والوں سے کہیں گے کہ جیسے ہم گمراہ تھے تم بھی گمراہ ہوئے اب اپنے کرتوت کا بدلہ اُٹھاؤ۔ اور آیت میں ہے وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ کاش کہ تو دیکھتا جب کہ یہ گنہگار خدا کے سامنے کھڑے ہوئے ہوں گے۔ ایک دوسروں پر الزام رکھ رہے ہوں گے۔ ضعیف لوگ متکبّروں سے کہیں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مومن بن جاتے۔ وہ جواب دیں گے کہ کیا ہم نے تمھیں ہدایت سے روکا تھا؟ وہ تو تمھارے سامنے کھلی ہوئی موجود تھی۔ بات یہ ہے کہ تم خود ہی گنہگار بدکردار تھے۔ یہ پھر کہیں گے کہ نہیں نہیں تمھاری دن رات کی چالاکیوں نے اور تمھارے اس عقیدے نے کہ ہم خدا کے ساتھ کفر کریں اور اُس کے شریک ٹھیرائیں ہم کو گمراہ کر دیا۔ بات یہ ہے کہ سب کے سب اُس وقت سخت نادم ہوں گے لیکن ندامت کو چھپانے کی کوشش میں ہوں گے۔ کفار کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہوں گے اور اُنھیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔ نہ کم نہ بیش۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ وَلَا

جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان (کے ماننے) سے تکبر کرتے ہیں اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰي يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ①

لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے کے اندر سے نہ چلا جاوے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ②

اُن کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور اُن کے اوپر اُسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

کافروں پر جنت حرام کر دی گئی

کافروں کے نہ تو نیک اعمال خدا کی طرف چڑھیں نہ اُن کی دعائیں قبول ہوں نہ اُن کی روحوں کے لئے آسمان کے دروازے کھلیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب بدکاروں کی روحیں قبض کی جاتی ہیں اور فرشتے انھیں لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ کہتے ہیں یہ خبیث روح کس کی ہے؟ یہ اُس کا بد سے بد نام لے کر بتلاتے ہیں کہ فلاں کی۔ یہاں تک کہ اُسے آسمان کے دروازے تک پہنچاتے ہیں لیکن ان کے لئے دروازہ کھولا نہیں جاتا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۗءِ پڑھی یہ بہت لمبی حدیث ہے جو سنن میں موجود ہے۔ مسند احمد میں یہ حدیث پوری یوں ہے:-

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک انصاری کے جنازے میں ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب قبرستان پہنچے تو قبر تیار ہونے میں کچھ دیر تھی سب بیٹھ گئے ہم اس طرح خاموش اور باادب تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرند ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک تنکا تھا جسے آپ زمین پر پھرا رہے تھے۔ تھوڑی دیر میں آپ نے سر اُٹھا کر دو بار یا تین بار ہم سے فرمایا کہ عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ طلب کرو۔ پھر فرمایا مومن جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے اُس کے پاس آسمان سے نورانی چہروں والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ اُن کا منہ آفتاب ہے ان کے ساتھ جنت کا کفن اور جنت کی خوشبو ہوتی ہے وہ آکر مرنے والے مومن کے پاس بیٹھ جاتے ہیں جہاں تک اُس کی نگاہ کام کرتی ہے فرشتے ہی فرشتے نظر آتے ہیں پھر حضرت ملک الموت آکر اُس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے اطمینان والی روح اللہ کی مغفرت اور رضامندی کی طرف چل۔ یہ سنتے ہی وہ روح اس بدن سے نکل جاتی ہے جیسے مشک کے منہ سے پانی کا قطرہ ٹپک جائے اُسی وقت ایک پلک جھپکنے کے برابر کی دیر میں وہ جنتی فرشتے اُس پاک روح کو اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ اور جنتی کفن اور جنتی خوشبوئیں رکھ لیتے ہیں اُس میں سے ایسی عمدہ اور بہترین خوشبو نکلتی ہے کہ کبھی دنیا والوں نے نہ سونگھی ہو۔ اب

یہ اُسے لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں فرشتوں کی جو جماعت انھیں ملتی ہے وہ پوچھتی ہے کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ یہ اُس کا بہتر سے بہتر جو نام دنیا میں مشہور تھا وہ لے کر کہتے ہیں فلاں کی۔ یہاں تک کہ آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتے ہیں دروازہ کھلوا کر اوپر چڑھ جاتے ہیں یہاں سے اُس کے ساتھ آسے دوسرے آسمان تک پہنچانے کے لئے فرشتوں کی اور بڑی جماعت ہو جاتی ہے اسی طرح ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے اس میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھو اور اُسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے انھیں اسی سے پیدا کیا ہے اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا پس وہ روح لوٹا دی جاتی ہے وہیں اُس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے پھر پوچھتے ہیں کہ وہ شخص جو تم میں بھیجے گئے وہ کون تھے؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ تھے صلی اللہ علیہ وسلم۔ فرشتے اُس سے دریافت کرتے ہیں کہ تجھے کیسے معلوم ہوا؟ جواب دیتا ہے کہ میں نے خدا کی کتاب پڑھی اُس پر ایمان لایا اور اُسے سچی مانی۔

وہیں آسمان سے ایک منادی ندا کرتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنت کا فرش بچھا دو اسے جنتی لباس پہنا دو اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو پس اُس کے پاس جنت کی تروتازگی اُس کی خوشبو اور وہاں کی ہوا آتی رہتی ہے اور اُس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے جہاں تک اُس کی نظر پہنچتی ہے اُسے کشادگی ہی کشادگی نظر آتی ہے اُس کے پاس ایک نہایت حسین و جمیل شخص لباسِ فاخرہ پہنے ہوئے خوشبو لگائے ہوئے آتا ہے اور اُس سے کہتا ہے خوش ہو یہی وہ دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا یہ اُس سے پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے بھلائی پائی جاتی ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں۔ اب تو مومن آرزو کرنے لگتا ہے کہ خدا کرے قیامت آج ہی قائم ہو جائے تاکہ میں جنت میں پہنچ کر اپنے مال اور اپنے اہل عیال کو پالوں۔ اور کافر کی جب دنیا کی آخری گھڑی آتی ہے تو اُس کے پاس سیاہ چہرے والے فرشتے آسمان سے آتے ہیں اُن کے ساتھ ٹاٹ ہوتا ہے اس کی نگاہ تک اسے یہی نظر آتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اُس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ اے خبیث روح اللہ کی ناراضگی اور اُس کے غضب کی طرف چل۔ یہ سُن کر وہ روح بدن میں چھپنے لگتی ہے جسے ملک الموت جبراً گھسیٹ کر نکالتے ہیں اُسی وقت وہ فرشتے ان کے ہاتھ سے ایک آنکھ جھپکنے میں لے لیتے ہیں اور اُس جہنمی ٹاٹ میں لپیٹ لیتے ہیں اور اس سے نہایت ہی سڑی ہوئی بو نکلتی ہے یہ اُسے لے کر چڑھنے لگتے ہیں۔ فرشتوں کا جو گروہ ملتا ہے ان سے پوچھتا ہے کہ یہ ناپاک روح کس کی ہے؟ یہ اُس کا جو بدترین نام دنیا میں تھا انھیں بتلاتے ہیں پھر آسمان کا دروازہ اس کے لئے کھلوانا چاہتے ہیں مگر کھولا نہیں جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔ جناب باری عزوجل کا ارشاد ہوتا ہے اس کی کتاب سجین میں سب سے نیچے کی زمین میں رکھ لو۔ پھر اُس کی روح وہاں سے پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ یعنی جس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا گویا وہ آسمان سے گر پڑا پس اُسے یا تو پرند چک لے جائیں گے یا ہوائیں کسی دور دراز کی دہشتناک اور ویران جگہ پھینک دیں گی۔ اب اس کی روح اُس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں اسے اٹھا بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ یہ کہتا ہے ہائے ہائے مجھے خبر نہیں پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے؟ جواب دیتا ہے افسوس مجھے اس کی بھی خبر نہیں۔ پوچھتے ہیں بتا اُس شخص کی بابت تو کیا کہتا ہے جو تم میں بھیجے گئے تھے؟ یہ کہتا ہے آہ میں اس کا جواب بھی نہیں جانتا۔ اسی وقت آسمان سے ندا ہوتی ہے کہ میرے اس غلام نے غلط کہا اس کے لئے جہنم کی آگ بچھا دو اور جہنم کا دروازہ اس کی قبر کی طرف کھول دو وہاں سے اسے گرمی اور آگ کے جھونکے آنے لگتے ہیں اُس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ادھر کی پسلیاں ادھر اور ادھر کی ادھر ہو جاتی ہیں اس کے پاس ایک شخص نہایت مکروہ اور ڈراؤنی صورت والا بُرے کپڑے پہنے بڑی بدبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ اب اپنی بُرائیوں کا مزہ چکھ۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے تو چہرے سے وحشت اور بُرائی ٹپک رہی ہے؟ یہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا خبیث عمل ہوں یہ کہتا ہے خدا

قیامت قائم نہ ہو۔ اسی روایت کی دوسری سند میں ہے کہ مومن کی روح کو دیکھ کر آسمان کے اور آسمان و زمین کے تمام فرشتے دعاء مغفرت ورحمت کرتے ہیں اُس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ہر دروازے کے فرشتوں کی تمنا ہوتی ہے کہ خدا کرے یہ روح ہماری طرف سے آسمان پر چڑھے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ کافر کی قبر میں ایک اندھا بہرا گونگا فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے کہ اگر اُسے کسی بڑے پہاڑ پر مارا جائے تو وہ مٹی ہو جائے چنانچہ اُس کی ایک ہی چوٹ سے اُس کا چورا ہو جاتا ہے بالکل مٹی بن جاتا ہے پھر اُسے ویسا وہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کر دیتا ہے فرشتہ دوبارہ اُسے گرز مارتا ہے جس سے یہ چیخنے چلانے لگتا ہے جسے انسان اور جنات کے سوا تمام مخلوق سنتی ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ نیک صالح شخص سے فرشتے کہتے ہیں۔ اے مومن نفس جو طیب جسم میں تھا تو تعریفوں والا بن کر نکل۔ اور جنت کی خوشبو اور نسیم جنت کی طرف چل۔ اُس خدا کے پاس چل۔ جو تجھ پر غضبناک نہیں ہے فرماتے ہیں کہ جب اس روح کو لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں دروازہ کھلواتے ہیں تو پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ اس کا نام بتلاتے ہیں تو وہ اسے مرحبا کہہ کر وہی کہتے ہیں یہاں تک کہ یہ اُس آسمان میں پہنچتے ہیں جہاں اللہ ہے اس میں یہ بھی ہے کہ برے شخص سے وہ کہتے ہیں اے خبیث نفس جو خبیث جسم میں تھا تو بُرا بن کر نکل اور گرم کھولتے ہوئے پانی اور لہو پیپ اور اسی قسم کے مختلف عذابوں کی طرف چل۔ اُس سے نکلنے تک فرشتے اُسے یہی سناتے رہتے ہیں پھر اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ پوچھا جاتا ہے کہ یہ کون ہے؟ یہ اُس کا نام بتاتے ہیں۔ تو آسمانوں کے فرشتے کہتے ہیں اس خبیث کو مرحبا نہ کہو یہ تھی بھی خبیث جسم میں تو بد بن کر لوٹ جا اُس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور آسمان و زمین کے درمیان چھوڑ دی جاتی ہے پھر قبر کی طرف لوٹ آتی ہے امام ابن جریر نے لکھا ہے کہ نہ اُن کے اعمال چڑھتے ہیں نہ اُن کی روحیں۔ اس سے دونوں قول ایک دوسرے کے مطابق ہو جاتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ اس کے بعد کے جملے میں جمہور کی قرأت جمل ہے جس کے معنی نر اونٹ کے ہیں لیکن ایک قرأت میں جمل ہے اس کے معنی بڑے پہاڑ کے ہیں۔ مطلب بہر دو صورت ایک ہی ہے کہ نہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گذر سکے نہ پہاڑ۔ اسی طرح کافر جنت میں نہیں جا سکتا۔ اُن کا اوڑھنا بچھونا آگ ہے۔ ظالموں کی یہی سزا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ

اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انھوں نے نیک کام کئے ہیں ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے اور ایسے لوگ جنت والے ہیں

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٤٢﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ ۖ وَقَالُوا

اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ ۖ لَقَدْ جَاءَتْ

اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے واقعی ہمارے رب کے

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۖ وَنُودُوا أَن تِلْكُمُ الْجَنَّةُ أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾

پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جاوے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال کے بدلے۔

تکالیفِ شرعیہ طاقت کے مطابق ہوتی ہیں

اوپر گنہگاروں کا ذکر ہوا یہاں نیک بختوں کا ذکر ہو رہا ہے کہ جن کے دل میں ایمان ہے اور جو اپنے جسم سے قرآن حدیث کے مطابق کام کرتے ہیں بخلاف بدکاروں کے کہ وہ دل میں کفر رکھتے ہیں اور عمل سے دور بھاگتے ہیں۔ پھر فرمان ہے کہ ایمان اور نیکیاں انسان کے بس میں ہیں اللہ کے احکام انسانی طاقت سے زیادہ نہیں ہیں۔ ایسے لوگ جنتی ہیں اور ہمیشہ جنت میں ہی رہیں گے۔ ان کے دلوں میں سے آپس کی کدورتیں حسد بغض دور کر دیئے جائیں گے چنانچہ بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ مومن آگ سے چھٹکارا حاصل کر کے

جنت دوزخ کے درمیان ایک پل پر کچھ دیر کو بٹھا دیئے جائیں گے وہاں اُن کے آپس کے مظالم کا بدلہ ہو جائے گا اور پاک ہو کر جنت میں جانے کی اجازت پائیں گے واللہ اعلم۔ وہ لوگ اپنے اپنے درجوں کو اور اپنے مکانوں کو اس طرح پہچان لیں گے جیسے دنیا میں جان لیتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اہل جنت دروازۂ جنت پر ایک درخت دیکھیں گے جس کی جڑوں کے پاس سے دو نہریں بہہ رہی ہوں گی یہ اُن میں سے ایک کا پانی پئیں گے جس سے دل کی کدورتیں دُھل جائیں گی یہ شرابِ طہور ہے۔ پھر دوسری نہر میں غسل کریں گے جس سے چہروں پر تروتازگی آئے گی۔ پھر نہ تو بال بکھریں نہ سرمہ لگانے اور سنگھار کرنے کی ضرورت پڑے۔ حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی جیسا قول نقل ہے جو آیت وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا کی تفسیر میں آئے گا انشاء اللہ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ انشاء اللہ میں اور عثمان رضؓ اور طلحہ رضؓ اور زبیر رضؓ اُن لوگوں میں سے ہوں گے۔ جن کے دل اللہ تعالیٰ صاف کر دے گا۔ فرماتے ہیں کہ ہم اہل بدر کے بارے میں یہ آیت اُتری ہے ابن مردویہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر جنتی کو اپنا جہنم کا ٹھکانا دکھایا جائے گا۔ تاکہ وہ اور بھی شکرِ خدا کرے وہ کہے گا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے ہدایت عنایت فرمائی اور ہر جہنمی کو اُس کا جنت کا ٹھکانا دکھایا جائے گا تاکہ اُس کی حسرت بڑھے اُس وقت وہ کہے گا کاش کہ میں بھی راہ یافتہ ہوتا۔ پھر جنتیوں کو ان جہنمیوں کی جنت کی جگہیں دیدی جائیں گی اور ایک منادی ندا کرے گا کہ یہی وہ جنت ہے جس کے تم بسبب اپنی نیکیوں کے وارث بنائے گئے یعنی تمہارے اعمال کی وجہ سے تمہیں رحمتِ خدا ملی اور رحمتِ خدا سے تم داخلِ جنت ہوئے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یاد رکھو تم میں سے کوئی بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتا۔ لوگوں نے پوچھا آپ بھی نہیں؟ فرمایا ہاں میں بھی نہیں مگر یہ کہ خدا مجھے اپنی رحمت و فضل میں ڈھانپ لے۔

وَنَادَىٰٓ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ أَصْحَٰبَ ٱلنَّارِ أَن قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدتُّم

اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ

مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا۟ نَعَمْ فَأَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ أَن لَّعْنَةُ ٱللَّهِ عَلَى ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥﴾

کیا تھا تم نے بھی اس کو مطابق واقع پایا؟ کہیں گے ہاں پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو ان ظالموں پر

ٱلَّذِينَ يَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُم بِٱلْءَاخِرَةِ كَٰفِرُونَ ﴿٦﴾

جو اللہ کی راہ سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس کو ٹیڑھا تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے۔

ایک مکالمہ

جنتی جب جنت میں جا کر امن چین سے بیٹھ جائیں گے تو جہنمیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے ان سے دریافت فرمائیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کے ان وعدوں کو جو ہم سے کئے گئے تھے صحیح پایا تم اپنی کہو۔ اَنْ یہاں پر مفسرہ ہے قولِ محذوف کا اور قَدْ تحقیق کے لئے ہے اس کے جواب میں مشرکین ندامت سے کہیں گے کہ ہاں ہم نے بھی اپنے رب کے اُن وعدوں کو جو ہم سے کئے گئے تھے ٹھیک پایا جیسے سورۂ صافات میں فرمان ہے کہ اہل جنت میں سے ایک کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا جو مجھ سے تعجب کے ساتھ سوال کیا کرتا تھا کہ کیا تو بھی ان لوگوں میں سے ہے جو قیامت کے قائل ہیں؟ کیا جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے اور ہڈیاں ہو کر رہ جائیں گے کیا واقعی ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور ہمیں بدلے دیئے جائیں گے؟ یہ جنتی کہے گا کہ کیا تم بھی میرے ساتھ ہو کر اسے جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟ یہ کہہ کر وہ اوپر سے جھانک کر دیکھے گا تو اپنے اس ساتھی کو بیچ جہنم کے پائے گا کہے گا کہ قسم خدا کی تو تو مجھے بھی تباہ کرنے ہی کو تھا اگر میرے رب کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو میں بھی آج گرفتارِ عذاب ہوتا اب بتا تو دنیا میں جو کہا کرتا تھا کیا سچا تھا کہ ہم مر کر جینے والے اور بدلہ بھگتنے والے ہی نہیں؟ اس وقت فرشتے کہیں گے یہی وہ جہنم ہے جسے تم جھٹلا رہے تھے اب بتاؤ کیا یہ جادو ہے؟ یا تمہاری آنکھیں نہیں ہیں؟ اب یہاں پڑے جلتے رہو صبر اور بے صبری دونوں تمہارے اعتبار سے تمہارے لئے یکساں ہے تمہیں اپنے کئے کرتوت کا بدلہ اُٹھانا ہی ہے اسی طرح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار قریش کے اُن مقتولوں کو جو بدر میں کام آئے تھے اور جن کی لاشیں ایک کھائی میں تھیں ڈال دیا تھا اور یہ فرمایا
تھا کہ اے ابوجہل بن ہشام اور اے عتبہ بن ربیعہ اور اے شیبہ بن ربیعہ اور دوسرے سرداروں کا بھی نام لیا اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب
کے وعدے کو سچا پایا؟ میں نے تو اپنے رب کے وہ وعدے دیکھ لئے جو اُس نے مجھ سے کئے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یا
رسول اللہ آپ اُن سے باتیں کر رہے ہیں جو مر کر مردار ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا اُس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میری بات کو تم بھی اُن
سے زیادہ نہیں سن رہے لیکن وہ جواب نہیں دے سکتے۔ پھر فرماتا ہے کہ اُسی وقت ایک منادی ندا کر کے معلوم کرا دے گا کہ ظالموں پر رب
کی ابدی لعنت واقع ہو چکی جو لوگوں کو راہِ خدا اور شریعت ہدیٰ سے روکتے تھے چاہتے تھے کہ خدا کی شریعت ٹیڑھی کر دیں تاکہ اُس پر کوئی
عمل نہ کرے۔ آخرت پر بھی اُنہیں یقین نہ تھا خدا کی ملاقات کو نہیں مانتے تھے اس لئے بے پرواہی سے برائیاں کرتے تھے۔ حساب کا ڈر نہ تھا
اس لئے سب سے زیادہ بدزبان اور بداعمال تھے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ
اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہو گی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ ہر ایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے۔ اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے

أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ⑦ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ
کہ السلام علیکم۔ ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اور اُس کے امیدوار ہوں گے اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ

ع ۸ ۵ ۱۴ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ⑧
کی طرف جا پڑیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔

اعراف

جنتیوں، دوزخیوں کے متعلق بیان فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جنت، دوزخ کے درمیان ایک آڑ ہے فاصل اور دیوار
ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ جہنمیوں کو جنت سے دور رکھے۔ اسی دیوار کا ذکر آیت فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ الخ میں
ہے یعنی ان کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہے اُس کے اندر رحمت ہے اور باہر عذاب ہے اسی کا نام
اعراف ہے۔ اعراف عرف کی جمع ہے۔ ہر اونچی زمین کو عرب میں عرفہ کہتے ہیں۔ اسی لئے مرغ کے سر کی کلغی کو بھی عرب میں عرف الدیک کہتے
ہیں۔ کیونکہ اونچی جگہ ہوتا ہے۔ ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں یہ ایک اونچی جگہ ہے جنت، دوزخ کے درمیان جہاں کچھ لوگ روک دیئے جائیں گے
سدی رحؒ فرماتے ہیں اس کا نام اعراف اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اور لوگوں کو جانتے پہچانتے ہیں۔ یہاں کون لوگ ہوں گے۔ اس
میں بہت سے اقوال ہیں سب کا حاصل یہ ہے کہ وہ یہ لوگ ہوں گے جن کے گناہ اور نیکیاں برابر ہوں گی۔ بعض سلف سے بھی یہی منقول
ہے۔ حضرت حذیفہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ نے یہی فرمایا ہے۔ یہی بعد والے مفسرین کا قول ہے۔
ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے لیکن سنداً وہ حدیث غریب ہے۔ نیز دوسری سند سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن لوگوں کی بابت
جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں اور اُن کی بابت جو اعراف والے ہیں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ نافرمان لوگ ہیں جو اپنے ماں باپ
کی اجازت بغیر نکلے۔ پھر راہ خدا میں قتل کئے گئے۔ اور روایت میں ہے کہ یہ لوگ راہ خدا میں قتل کئے گئے اور تھے اپنے باپ کے نافرمان۔ تو
باپ کی نافرمانی نے جنت میں جانے سے روک دیا اور جہنم میں جانے سے شہادت نے روک دیا۔ ابن ماجہ وغیرہ میں بھی یہ روایتیں ہیں۔ اب خدا
ہی کو ان کی صحت کا علم ہے بہت ممکن ہے کہ یہ موقوف روایتیں ہوں۔ بہر صورت ان سے اصحاب اعراف کا حال معلوم ہو رہا ہے۔
حضرت حذیفہ رضؓ سے جب ان کی بابت سوال ہوا تو آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر تھیں۔ برائیوں کی وجہ سے
جنت میں نہ جا سکے اور نیکیوں کی وجہ سے جہنم سے بچ گئے۔ پس یہاں آڑ میں روک دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی امر خدا کا فیصلہ
ان کے بارے میں ہو۔ اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ یہ جہنمیوں کو دیکھ دیکھ کر ڈر رہے ہوں گے اور خدا سے نجات طلب کر رہے

ہوں گے کہ ناگاہ اُن کا رب ان کی طرف دیکھے گا اور فرمائے گا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ میں نے تمہیں بخشا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں قیامت کے دن لوگوں کا حساب ہوگا۔ ایک نیکی بھی اگر برائی سے بڑھ گئی تو داخل جنت ہوگا۔ اور ایک برائی بھی اگر نیکیوں سے زیادہ ہو گئی تو دوزخ میں جائے گا۔ پھر آپ نے فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ سے دو آیتوں تک تلاوت کیں اور فرمایا ایک رائی کے دانے کے برابر کی کمی زیادتی سے میزان کا پلڑا ہلکا بھاری ہو جاتا ہے اور جن کی نیکیاں بد عملی برابر ہوئیں یہ اعراف والے ہیں۔ یہ ٹھیرا لئے جائیں گے اور جنتی دوزخی مشہور ہو جائیں گے۔ یہ جب جنت کو دیکھیں گے تو اہل جنت پر سلام کریں گے۔ اور جب جہنم کو دیکھیں گے تو اللہ سے پناہ طلب کریں گے۔ نیک لوگوں کو نور ملے گا۔ جو اُن کے آگے اور اُن کے داہنے موجود رہے گا ہر انسان کو وہ مرد ہو خواہ عورتیں ہوں ایک نور ملے گا لیکن پل صراط پر منافقوں کا نور چھین لیا جائے گا۔ اس وقت سچے مومن خدا سے اپنے نور کے باقی رہنے کی دعائیں کریں گے۔ اعراف والوں کا نور چھینا نہ جائے گا وہ اُن کے آگے آگے موجود ہوگا انھیں جنت میں جانے کی تمنا ہوگی۔ لوگو! ایک نیکی دس گنی کر کے لکھی جاتی ہے اور برائی اتنی ہی لکھی جاتی ہے جتنی ہو افسوس اُن پر جن کی اکائیاں دہائیوں پر غالب آجائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اعراف ایک دیوار ہے جو جنت دوزخ کے درمیان ہے۔ اصحاب اعراف وہیں ہوں گے جب انھیں عافیت دینے کا خدا کا ارادہ ہوگا تو حکم ملے گا کہ انھیں نہر حیات کی طرف لے جاؤ اس کے دونوں کناروں پر سونے کے خیمے ہوں گے جو موتیوں سے مرصع ہوں گے اُس کی مٹی خالص مشک ہوگی۔ اس میں غوطہ لگاتے ہی اُن کے رنگ نکھر جائیں گے اور ان کی گردنوں پر ایک سفید چمکیلا نشان ہو جائے گا جس سے وہ پہچان لئے جائیں یہ خدا کے سامنے لائے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو چاہو مانگو یہ مانگیں گے یہاں تک کہ ان کی تمام تمنائیں اللہ تعالیٰ پوری کر دے گا۔ پھر فرمائے گا ان جیسی ستر گنی اور نعمتیں بھی میں نے تمھیں دیں۔ پھر یہ جنت میں جائیں گے وہ علامت اُن پر موجود ہوگی جنت میں ان کا نام مساکین اہل جنت ہوگا۔ یہی روایت حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے اپنے قول سے بھی منقول ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔ ایک حسن سند کی مرسل حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراف والوں کی نسبت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ان کا فیصلہ سب سے آخر میں ہوگا۔ رب العالمین جب اپنے بندوں کے فیصلے کر چکے گا تو ان سے فرمائے گا کہ تم لوگوں کو تمہاری نیکیوں نے دوزخ سے تو محفوظ کر لیا لیکن تم جنت میں جانے کے مستحق ثابت نہیں ہوئے اب تم کو میں اپنی طرف سے آزاد کرتا ہوں۔ جاؤ جنت میں رہو سہو اور جہاں چاہو کھاؤ پیو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ولد الزنا ہیں۔ ابن عساکر میں فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ مومن جنوں کو ثواب ہے اور ان میں سے جو بُرے ہیں انھیں عذاب بھی ہوگا ہم نے ان کے ثواب اور اُن کے ایمانداروں کی بابت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا وہ اعراف پر ہوں گے۔ جنت میں میری امت کے ساتھ نہ ہوں گے ہم نے پوچھا یا رسول اللہ اعراف کیا ہے؟ فرمایا جنت کا ایک باغ جہاں نہریں جاری ہیں اور پھل پک رہے ہیں (بیہقی) حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں یہ صالح دیندار فقہاء علماء لوگ ہوں گے۔ ابو مجلزؒ فرماتے ہیں یہ فرشتے ہیں جنت دوزخ والوں کو جانتے ہیں۔ پھر آپ نے ان آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا سب جنتی جنت میں جانے لگیں گے تو کہا جائے گا تم امن و امان کے ساتھ بے خوف خطر ہو کر جنت میں جاؤ۔ اس کی سند گو ٹھیک ہے لیکن یہ قول بہت غریب ہے بلکہ روانی عبارت بھی اس کے خلاف ہے اور جمہور کا قول ہی مقدم ہے کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے۔ حضرت مجاہدؒ کا قول بھی جو اوپر بیان ہوا غرابت سے خالی نہیں واللہ اعلم۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں بارہ قول نقل کئے ہیں صلحاء، انبیاء، ملائکہ وغیرہ۔ یہ جنتیوں کے اُن کے چہرے کی رونق اور سفیدی سے اور جہنمیوں کو اُن کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے یہ یہاں اسی لئے ہیں کہ ہر ایک کا امتیاز کر لیں اور سب کو پہچان لیں یہ جنتیوں سے سلام کریں گے جہنمیوں کو دیکھ دیکھ کر خدا کی پناہ چاہیں گے اور طمع رکھیں گے کہ خدائے تعالیٰ اپنے فضل سے انھیں بھی بہشت بریں پہنچا دے۔ یہ طمع ان کے دل میں خدا نے اسی لئے ڈالی ہے کہ اُس کا ارادہ انھیں جنت میں لے جانے کا

ف۵ یعنی جن کے گناہ باوجودیکہ ان کو برعکس نہیں کیا جاتا نیکیوں پر غالب اور کو اضافہ کے ساتھ تحریر کیا جاتا غالب آجائیں۔ مطلب یہ ہے کہ گناہ غالب ہوں اور حسنات مغلوب۔ یا نہ چھوٹے کے درجہ میں ١٢ انظر شاہ کشمیری

ہو چکا ہے۔ جب وہ اہلِ دوزخ کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں پروردگار ہمیں ظالموں میں سے نہ کر۔ جب کوئی جماعت جہنم میں پہنچائی جاتی ہے تو یہ اپنے بچاؤ کی دعائیں کرنے لگتے ہیں۔ جہنم سے ان کے چہرے کوئلے جیسے ہو جائیں گے لیکن جب جنت والوں کو دیکھیں گے تو یہ سیاہی چہروں سے دور ہو جائے گی جنتیوں کے چہروں کی علامت نور ہوگا اور جہنمیوں کے چہروں پر سیاہی اور آنکھوں میں بھینگا پن ہوگا۔

وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ

اور اہلِ اعراف بہت سے آدمیوں کو جن کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے پکاریں گے کہیں گے کہ تمہاری جماعت

جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ① اَهٰۤؤُلَاۤءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ

اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ

بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ②

رحمت نہ کرے گا اُن کو یوں حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہو گے۔

گفتگو کفر کے جن ستونوں کو کافروں کے جن سرداروں کو اعراف والے اُن کے چہروں سے پہچان لیں گے تو انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کے پوچھیں گے کہ آج تمہاری کثرت جمعیت کہاں گئی؟ اُس نے تو تمہیں مطلقاً فائدہ نہ پہنچایا آج وہ تمہاری اکڑ فوں کیا ہوئی تم تو متعدد عذاب میں جکڑ دیئے گئے۔ ان کے اس فرمان کے بعد ہی خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرمایا گیا کہ بدبختو! یہی کی نسبت تم کہا کرتے تھے کہ خدا انہیں کوئی راحت نہیں دے گا۔ اے اعراف والو! میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جاؤ بہ آرام بے کھٹکے جنت میں جاؤ۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اعراف والوں کے اعمالِ صالحہ اس قابل نہ تھے کہ انہیں جنت میں پہنچائیں لیکن اتنی برائیاں بھی ان کی نہ تھیں کہ دوزخ میں جائیں تو یہ اعراف پر ہی روک دیئے گئے۔ لوگوں کو اُن کے انداز سے پہچانتے ہوں گے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں فیصلے کر چکے گا شفاعت کی اجازت دے گا لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم آپ ہمارے باپ ہیں ہماری شفاعت خدائے تعالیٰ کی جناب میں کیجئے۔ آپ جواب دیں گے کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہو اپنی روح اُس میں پھونکی ہو اپنی رحمت اُس پر اپنے غضب سے پہلے پہنچائی ہو اپنے فرشتوں سے اُسے سجدہ کرایا ہو؟ سب جواب دیں گے کہ نہیں الٰہی آپ کے سوا نہیں۔ آپ فرمائیں گے میں اس کی حقیقت سے بے خبر ہوں میں تمہاری شفاعت نہیں کر سکتا۔ ہاں تم میرے لڑکے ابراہیم کے پاس جاؤ اب سب لوگ حضرت ابراہیم کے پاس پہنچیں گے اور اُن سے شفاعت کرنے کی درخواست کریں گے آپ جواب دیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کوئی خلیل خدا ہوا ہو؟ یا خدا کے بارے میں اُسے اُس کی قوم نے آگ میں پھینکا ہو؟ سب کہیں گے نہیں آپ کے سوا اور کوئی نہیں۔ فرمائیں گے کہ مجھے اُس کی حقیقت معلوم نہیں میں تمہاری درخواستِ شفاعت نہیں لے جا سکتا تم میرے لڑکے موسیٰ کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ بتلاؤ میرے سوا خدا نے کسی کو اپنا کلیم بنا کر اپنی سرگوشیوں کے لئے نزدیکی عطا فرمائی؟ جواب دیں گے کہ نہیں فرمائیں گے میں اُس کی حقیقت سے بے خبر ہوں میں تمہاری سفارش کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہاں تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے ان سے شفاعت طلبی کا تقاضا کریں گے۔ یہ جواب دیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ میرے سوا کسی کو خدا نے بے باپ کے پیدا کیا ہو؟ جواب ملے گا کہ نہیں۔ پوچھیں گے جانتے ہو کہ کوئی مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بحکمِ خدا میرے سوا اچھا کرتا ہو؟ یا کوئی مردہ کو بحکمِ خدا میرے سوا زندہ کر دیتا ہو؟ کہیں گے کہ کوئی نہیں فرمائیں گے کہ میں تو آج اپنے نفس کی حفاظت کی فکر میں ہوں میں اُس کی حقیقت سے بے خبر ہوں مجھ میں اتنی طاقت کہاں کہ تمہاری سفارش کر سکوں ہاں تم سب کے سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ چنانچہ سب لوگ میرے پاس آئیں گے میں پور... پیان سے ہوں گا کہ

① سیاہی کفر کی اور بھینگا پن حق کو باوجودیکہ وہ بے حد ظاہر تھا نہ دیکھنے کا ... ② قوم نے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو ... [illegible]

ہاں ہاں میں اس کے لئے موجود ہوں پھر میں چل کر خدا کے عرش کے سامنے ٹھیر جاؤں گا اپنے رب عزوجل کے پاس پہنچ جاؤں گا اور ایسی ایسی اُس کی تعریفیں بیان کروں گا کہ کسی سُننے والے نے کبھی نہ سُنی ہوں۔ پھر سجدے میں گر پڑوں گا پھر مجھ سے فرمایا جائے گا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اُٹھاؤ مانگو دیا جائے گا' شفاعت کرو قبول کی جائے گی۔ پس میں اپنا سر اُٹھا کر کہوں گا میرے رب میری اُمت۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ سب تیرے ہی ہیں۔ پھر تو ہر پیغمبر اور ہر ایک فرشتہ رشک کرنے لگے گا۔ یہی مقام محمود ہے۔ پھر میں اُن سب کو لے کر جنت کی طرف آؤں گا جنت کا دروازہ کھلواؤں گا اور میرے لئے اور اُن کے لئے کھول دیا جائے گا پھر انہیں ایک نہر کی طرف لیجائیں گے جس کا نام نہر الحیوان ہے اُس کے دونوں کناروں پر سونے کے محل ہیں جن پر یاقوت جڑے گئے ہیں یہ اُس میں غسل کریں گے جس سے جنتی رنگ اور جنتی خوشبو ان میں پیدا ہو جائے گی اور چمکتے ہوئے ستاروں جیسے وہ نورانی ہو جائیں گے ہاں اُن کے سینوں پر سفید نشان باقی رہ جائیں گے جن سے وہ پہچانے جائیں گے انھیں مساکین اہل جنت کہا جائے گا۔

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دیدو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ

جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لئے بندش کر رکھی ہے۔ جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگانی نے

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۴﴾

دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ سو ہم بھی آج کے دن ان کا نام بھول جائیں گے جیسا انھوں نے اس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

جہنمیوں کی درخواست

دوزخیوں کی ذلت و خواری اور اُن کا بھیک مانگنا اور ڈانٹ دیا جانا بیان ہو رہا ہے کہ وہ جنتیوں سے پانی یا کھانا مانگیں گے اپنے نزدیک کے رشتے کنبے والے جیسے باپ بیٹے بھائی بہن وغیرہ سے کہیں گے کہ ہم جل بھن رہے ہیں' بھوکے پیاسے ہیں ہمیں ایک گھونٹ پانی یا ایک لقمہ کھانا دیدو۔ وہ بحکم خدا انھیں جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ کفار پر حرام ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ کس چیز کا صدقہ افضل ہے۔ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے افضل خیرات پانی ہے۔ دیکھو جہنمی اہل جنت سے اسی کا سوال کریں گے۔ روایت ہے کہ جب ابو طالب موت کی بیماری میں مبتلا ہوا تو قریشیوں نے اُس سے کہا کسی کو بھیج کر اپنے بھتیجے سے کہلواؤ کہ وہ تمہارے پاس جنتی انگور کا ایک خوشہ بھجوا دے تاکہ تیری بیماری جاتی رہے۔ جس وقت قاصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے پاس موجود تھے سُنتے ہی فرمانے لگے اللہ نے جنت کی کھانے پینے کی چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ پھر ان کی بدکرداری بیان فرمائی کہ یہ لوگ دین خدا کو ایک ہنسی کھیل سمجھے ہوئے تھے دنیا کی زینت اور اس کے بناؤ چناؤ میں ہی عمر بھر مشغول رہے یہ چونکہ اس دن کو بھول گئے تھے اس کے بدلے ہم بھی ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں گے جو کسی بھول جانے والے کا معاملہ ہو۔ کیونکہ خدائے تعالیٰ بھولنے سے پاک ہے اُس کے علم سے کوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ فرماتا ہے لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى نہ وہ بہکے نہ وہ بھولے۔ یہاں جو فرمایا یہ صرف مقابلہ کے لئے ہے۔ جیسے فرمان ہے نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ۔ اور جیسے دوسری آیت میں ہے كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى فرمان ہے اَلْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ تیرے پاس ہماری نشانیاں آئی تھیں جنھیں تو بھلا بیٹھا تھا۔ اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا وغیرہ۔ پس یہ بھلا یوں سمجھا بالقصد بھلا دیئے جائیں گے۔ ہاں برائیاں اور عذاب برابر ہوتے رہیں گے۔ انھوں نے اس دن کی ملاقات کو چھوڑا ہم نے انھیں آگ میں چھوڑا رحمت سے

(۱) حسد یقیناً ایک بری عادت ہے لیکن رشک اور وہ بھی اچھی چیزوں پر برا نہیں۔ حسد میں حاسد محسود سے زوالِ نعمت چاہتا ہے۔ اور رشک میں رشک کرنے والا نعمت کا زوال نہیں چاہتا بلکہ اسی نعمت اپنے لئے بھی چاہتا ہے۔ بس یہی فرق حسد اور رشک میں ہے جو انور شاہ کشمیری +

دور کیا۔ جیسے یہ عمل سے دُور تھے۔ صحیح حدیث میں ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا عزت آبرو نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑے اونٹ تیرے مطیع نہیں کئے تھے؟ اور کیا تجھے قسم قسم کی راحتیں تیرے لئے مہیا نہیں کی تھیں بندہ جواب دے گا کہ ہاں پروردگار بیشک تونے ایسا ہی کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر کیا تو میری ملاقات پر ایمان رکھتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس آج میں بھی تجھے ایسا ہی بھول جاؤں گا جیسے تو مجھے بھول گیا تھا۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵ هَلْ

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح کرکے بیان کردیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کیلئے جو ایمان لے آئے

يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۭ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاۗءَتْ

ان کو کسی بات کا انتظار نہیں صرف اسکے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے جس روز اس کا اخیر نتیجہ پیش آئیگا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَاۗءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ

رسول سچی سچی باتیں لائے تھے سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کردے یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے جنکو ہم کیا کرتے تھے

كُنَّا نَعْمَلُ ۭ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۹

برخلاف دوسرے اعمال کریں۔ بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈالدیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہوگیا

کتاب ہدایت

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے کل عذر توڑ دیئے تھے اپنے رسولوں کی معرفت اپنی کتاب بھیجی جو مفصل اور واضح تھی جیسے فرمان ہے کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ الخ اس قرآن کی آیتیں مضبوط اور تفصیل وار ہیں اس کی جو تفصیل ہے وہ بھی علم پر ہے جیسے فرمان ہے اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ اسے اپنے علم کے ساتھ اُتارا ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں یہ آیت اُسی آیت پر عطف ہے جس میں فرمان ہے کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ الخ یہ کتاب تیری طرف نازل فرمائی گئی ہے پس اس سے تیرے سینے میں کوئی حرج نہ ہونا چاہیئے یہاں فرمایا وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ الخ لیکن یہ محل نظر ہے اس لئے کہ فاصلہ بہت ہے اور یہ قول بے دلیل ہے۔ بات یہ ہے کہ جب اُن کے اُس خسارے کا ذکر ہوا جو انہیں آخرت میں ہوگا تو بیان فرمایا کہ دنیا میں ہی ہم نے اپنا پیغام پہنچا دیا تھا رسول بھی کتاب بھی۔ جیسے ارشاد ہے کہ جب تک ہم رسول نہ بھیج دیں عذاب نہیں کرتے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا۔ انہیں تو اب جنت دوزخ کے اپنے سامنے آنے کا انتظار ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس کی حقیقت یکے بعد دیگرے کر کے روشن ہوتی رہے گی یہاں تک کہ آخری حقیقت یعنی جنت دوزخ بھی سامنے آجائے گی اور ہر ایک اپنے لائق مقام میں پہنچ جائے گا قیامت والے دن یہ واقعات رُونما ہوں گے اب جو سن رہے ہیں اُس وقت دیکھ لیں گے اُس وقت اسے فراموش کر کے بیٹھ رہنے والے عمل سے کورے لوگ مان لیں گے کہ بیشک خدا کے انبیاء سچے تھے سب کی کتابیں برحق تھیں کیا اچھا ہو کہ اب کوئی ہمارا شفیع کھڑا ہو اور ہمیں اس ہلاکت سے نجات دلائے یا ایسا ہو کہ ہم پھر سے دنیا کی طرف لوٹا دیئے جائیں تو جو کام کئے تھے اُن کے خلاف اب کریں۔ جیسے فرمان ہے وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ الخ کاش کہ ہم پھر دنیا میں لوٹائے جاتے اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلاتے اور مومن بن جاتے۔ اس سے پہلے جو وہ چھپا رہے تھے اب ظاہر ہوگیا۔ بات یہ ہے کہ اگر یہ دوبارہ بھی دنیا میں بھیجے جائیں تو جس چیز سے روکے جائیں گے وہی پھر بھی کریں۔ اور جھوٹے ثابت ہوں انہوں نے آپ ہی اپنا بُرا کیا خدا کے سوا اوروں سے امیدیں رکھتے رہے آج سب باطل ہوگئیں۔ نہ کوئی اُن کا سفارشی نہ حمایتی۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر

عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ

قائم ہوا چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا

مُسَخَّرٰتٍ بِأَمْرِهٖ ۭ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ①

ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں سے بھرے ہوئے ہیں اللہ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں

چھ دن

بہت سی آیتوں میں یہ بیان ہوا ہے کہ آسمان و زمین اور کل مخلوق خدائے تعالیٰ نے چھ دن میں پیدا کی ہے یعنی اتوار سے جمعہ تک جمعہ کے دن ساری مخلوق پیدا ہو چکی۔ اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے یا تو یہ دن دنیا کے معمولی دنوں کے برابر ہی تھے جیسے کہ آیت کے ظاہری الفاظ سے سمجھا جاتا ہے۔ یا ہر دن ایک ہزار سال کا تھا جیسے کہ حضرت مجاہد رح کا قول ہے اور حضرت امام احمد بن حنبل رح کا فرمان ہے اور بروایت ضحاک ابن عباس رض کا قول ہے سنیچر کے دن کوئی مخلوق پیدا نہیں ہوئی اسی لئے عربی میں اس کا نام یوم السبت ہے سبت کے معنی قطع کرنے کے ہیں۔ ہاں مسند احمد نسائی صحیح مسلم میں جو حدیث ہے کہ اللہ نے مٹی کو سنیچر کے دن پیدا کیا اور پہاڑوں کو اتوار کے دن اور درختوں کو پیر کے دن اور برائیوں کو منگل کے دن اور نور کو بدھ کے دن اور جانوروں کو جمعرات کے دن اور آدم م کو جمعہ کے دن عصر کے بعد دن کی آخری گھڑی میں عصر سے لیکر مغرب تک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رض کا ہاتھ پکڑ کر یہ گنوایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سات دن تک پیدائش کا سلسلہ جاری رہا۔ حالانکہ قرآن میں موجود ہے کہ چھ دن میں پیدائش ختم ہوئی۔ اسی وجہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بڑے بڑے حفاظِ حدیث نے اس حدیث پر کلام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ عبارت حضرت ابوہریرہ رض نے کعب احبار سے لی ہے فرمان رسول نہیں ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ وہ اپنے عرش پر قائم ہوا۔ اس پر لوگوں نے بہت کچھ چہ میگوئیاں کی ہیں۔ جنہیں تفصیل سے بیان کرنے کی یہ جگہ نہیں۔ مناسب یہی ہے کہ اس مقام میں سلف صالحین کی روش اختیار کی جائے جیسے امام مالک، امام اوزاعی، ثوری، امام لیث بن سعد، امام شافعی، امام احمد، امام اسحاق بن راہویہ وغیرہ وغیرہ ائمہ سلف و خلف رحمہم اللہ۔ ان سب بزرگانِ دین کا یہی مذہب تھا کہ جیسی یہ آیت ہے اسی طرح اسے رکھا جائے بغیر کیفیت کے بغیر تشبیہ کے اور بغیر مہمل چھوڑنے کے ہاں مشتبہین کے ذہنوں میں جو چیز آرہی ہے اس سے اللہ تعالیٰ پاک اور بہت دور ہے اللہ کے مشابہ اس کی مخلوق میں سے کوئی نہیں۔ فرمان ہے لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ اس کے مثل کوئی نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے بلکہ بات اسی طرح ہے جو ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے فرمائی ہے۔ انہی میں سے حضرت نعیم بن حماد خزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ حضرت امام بخاری رح کے استاد ہیں فرماتے ہیں جو شخص اللہ کو مخلوق سے تشبیہ دے وہ کافر ہے اور جو شخص اللہ کے اس وصف سے انکار کرے جو اس نے اپنی ذات پاک کے لئے بیان فرمایا ہے وہ بھی کافر ہے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اوصاف ذات باری تعالیٰ جل شانہ کے بیان فرمائے ہیں ان میں ہرگز تشبیہ نہیں پس صحیح ہدایت کے راستے پر وہی ہے جو آثار صحیحہ اور اخبار صریحہ سے جو اوصاف رب العزت وحدہ لاشریک لہ کے ثابت ہیں انہیں اسی طرح جانے جو خدا کی جلالت شان کے شایان ہے اور ہر عیب و نقصان سے اپنے رب کو پاک اور بہتر او منزہ سمجھے۔ پھر فرمان ہے کہ رات کا اندھیرا دن کے اجالے سے اور دن کا اجالا رات کے اندھیرے سے دور ہو جاتا ہے ہر ایک دوسرے کے پیچھے لپکا چلا آتا ہے یہ گیا وہ آیا وہ گیا یہ آیا۔ جیسے فرمایا وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ الخ ان کے سمجھنے کے لئے ہماری ایک نشانی رات ہے کہ اس پر سے ہم دن کو کھینچ نکالتے ہیں جس سے یہ اندھیرے میں آجاتے ہیں سورج ہے کہ وہ اپنے ٹھکانے کی طرف برابر جا رہا ہے یہ ہے اندازہ خدا کا مقرر کیا ہوا جو غالب اور باعلم ہے ہم نے چاند کی بھی منزلیں ٹھہرا دی ہیں یہاں تک کہ وہ کھجور کی پرانی ٹہنی جیسا ہو کر رہ جاتا ہے۔ نہ تو آفتاب ماہتاب سے آگے نکل سکے نہ رات دن سے پہلے آسکے۔ سب کے سب اپنے اپنے گھیرے میں تیرتے پھرتے ہیں رات دن میں کوئی فاصلہ نہیں ایک کا جانا ہی دوسرے کا آجانا ہے ہر ایک دوسرے کے برابر پیچھے ہے

وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ کو بعضوں نے پیش سے بھی پڑھا ہے معنی مطلب دونوں صورتوں میں قریب قریب برابر ہیں یہ سب خدا کے زیر فرمان، اُس کے ماتحت اور اُس کے ارادے میں ہیں۔ ملک اور تصرف اُسی کا ہے وہ برکتوں والا اور تمام جہان کا پالنے والا ہے فرمان ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا الخ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کسی نے کسی نیکی پر خدا کی حمد نہ کی بلکہ اپنے نفس کو سراہا اُس نے کفر کیا اور اُس کے اعمال غارت ہوئے اور وہ جس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ نے کچھ اختیارات اپنے بندوں کو بھی دیئے ہیں اُس نے اُس کے ساتھ کفر کیا جو اللہ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمایا ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ الخ (ابن جریر) ایک مرفوع دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بھی مروی ہے کہ آپ فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَلَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَاِلَيْكَ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ اَسْئَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهٖ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهٖ خدایا سارا ملک تیرا ہی ہے سب حمد تیرے لئے ہی ہے سب کام تیری ہی طرف لوٹتے ہیں۔ میں تجھ سے تمام بھلائیاں طلب کرتا ہوں اور ساری برائیوں کو تیری پناہ چاہتا ہوں

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝٢ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی (البتہ یہ بات) واقعی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں اور دنیا میں بعد اسکے کہ اسکی

اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٣

فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے

خشوع و خضوع

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دعا کی ہدایت کرتا ہے جس میں ان کی دنیا و آخرت کی بھلائی ہو تو فرماتا ہے کہ اپنے پروردگار کو عاجزی، مسکینی اور آہستہ سے پکارو جیسے فرمان ہے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ الخ اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کر۔ صحیحین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے دعا میں اپنی آوازیں بلند کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو تم کسی بہرے کو یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو جسے تم پکار رہے ہو وہ بہت سننے والا اور بہت نزدیک ہے الخ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ پوشیدگی مراد ہے۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں تَضَرُّعًا کے معنی ذلت مسکینی اور اطاعت گذاری کے ہیں خُفْيَةً کے معنی دلوں کے خشوع خضوع سے یقین کی صحت سے اُس کی وحدانیت اور ربوبیت کا اُس کے اور اپنے درمیان یقین۔ کھلے ہوئے پکارنے اور ریاکاری کے ساتھ بہت بلند آواز سے۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ لوگ حافظ قرآن ہوتے تھے اور کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا تھا، لوگ بڑے فقیہ ہو جاتے تھے اور کوئی جانتا بھی نہ تھا، لوگ لمبی لمبی نمازیں اپنے گھروں میں پڑھتے تھے اور مہمانوں کو بھی پتہ نہ چلتا تھا یہ لوگ تھے کہ جہاں تک ان کے بس میں ہوتا تھا اپنی کسی نیکی کو لوگوں پر ظاہر نہیں ہونے دیتے تھے پوری کوشش سے دعائیں کرتے تھے لیکن اس طرح جیسے کوئی سرگوشی کر رہا ہو یہ نہیں کہ چیخیں چلائیں، یہی فرمان خدا ہے کہ اپنے رب کو عاجزی اور آہستگی سے پکارو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کا ذکر کیا جس سے وہ خوش تھا کہ اُس نے اپنے رب کو خفیہ طور پر پکارا۔ امام ابن جریرؒ فرماتے ہیں دعا میں آواز کو اور ندا کو، چیخنے کو مکروہ سمجھا جاتا تھا اور گریہ وزاری اور آہستگی کا حکم دیا جاتا تھا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں دعا وغیرہ میں حد سے گذر جانے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا ابو مجلز کہتے ہیں مثلاً اپنے لئے نبی بن جانے کی دعا کرنا وغیرہ۔

حضرت سعد نے سُنا کہ اُن کا لڑکا اپنی دعا میں کہہ رہا ہے کہ الٰہی میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتیں اور اُس کے ریشم و حریر وغیرہ وغیرہ طلب کرتا ہوں اور جہنم سے اور اس کی زنجیروں سے اور اس کے طوق وغیرہ سے تیری پناہ چاہتا ہوں تو آپ نے فرمایا تو نے اللہ سے بہت سی بھلائیاں طلب کیں اور بہت سی برائیوں سے پناہ چاہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ عنقریب کچھ لوگ ہوں گے جو دعا میں حد سے زیادہ گذر جایا کریں گے ایک سند سے روایت ہے کہ وہ دعا تکبیر ادا کر نہیں ہوئے کہا جائیں گے

پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا تجھے اپنی دعا میں یہی کہنا کافی ہے کہ اے اللہ میں تجھ سے جنت اور جنت سے قریب کرنے والے قول
و فعل کی توفیق طلب کرتا ہوں اور جہنم اور اس سے نزدیک کرنے والے قول و فعل سے تیری پناہ چاہتا ہوں (ابو داؤد) ابن ماجہ وغیرہ میں ہے ان کی
صاحبزادے اپنی دعا میں یہ کہہ رہے تھے کہ خدایا جنت میں داخل ہونے کے بعد جنت کی دائیں جانب کا سفید رنگ کا عالیشان محل میں تجھ سے
طلب کرتا ہوں پھر زمین پر امن و امان کے بعد فساد کرنے کو منع فرمایا ہے کیونکہ اس وقت کا فساد خصوصیت سے زیادہ برائیاں پیدا کرتا ہے
پس اللہ اسے حرام قرار دیتا ہے اور اپنی عبادت کرنے کا دعا کرنے کا مسکینی اور عاجزی کرنے کا حکم دیتا ہے کہ خدا کو اس کے عذاب سے ڈر کر
اور اس کی نعمتوں کے امیدوار بن کر پکارو خدا کی رحمت نیک کاروں کے سر پر منڈلا رہی ہے جو اس کے احکام بجا لاتے ہیں اس کے
منع کردہ کاموں سے باز رہتے ہیں جیسے فرمایا وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ الخ یعنی میری رحمت تمام چیزوں کو گھیرے ہوئے
ہے لیکن میں اسے مخصوص کردوں گا پرہیزگار لوگوں کے لئے۔ چونکہ رحمت ثواب کو متضمن ہے اس لئے قَرِیْبٌ کہا قَرِیْبَةٌ
نہ کہا اس لئے کہ وہ اللہ کی طرف مضاف ہے انھوں نے خدا کے وعدوں کا سہارا لیا۔ خدا نے اپنا فیصلہ کر دیا کہ اسکی رحمت بالکل قریب ہے

وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ

اور وہ (اللہ) ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک

لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاۗءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى

سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی ہم مردوں کو

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ

نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو اور جو سرزمین ستھری ہوتی ہے اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے

خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝ ع

اور جو خراب ہے اس کی پیداوار (اگر نکلا بھی) بہت کم نکلتی ہے اسی طرح ہم دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو قدر کرتے ہیں

رحمت کی ہوائیں

اوپر بیان ہوا کہ زمین و آسمان کا خالق اللہ ہے سب پر قبضہ رکھنے والا حاکم تدبیر کرنے والا مطیع اور
فرمانبردار رکھنے والا اللہ ہی ہے پھر دعائیں کرنے کا حکم دیا کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اب یہاں بیان
ہو رہا ہے کہ رزاق بھی وہی ہے اور قیامت کے دن مردوں کو زندہ کر دینے والا بھی وہی ہے پس فرمایا کہ بارش سے پہلے خوشگوار ہوائیں
وہ چلاتا ہے بُشْرًا کی دوسری قرأت مُبَشِّرًا بھی ہے رحمت سے مراد یہاں بارش ہے جیسے فرمان ہے وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ
بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ وہ ہے جو لوگوں کی ناامیدی کے بعد بارش اتارتا ہے اور اپنی رحمت کی کثرت کرتا ہے
وہ والی ہے اور قابل تعریف۔ اور آیت میں ہے رحمت رب کے آثار دیکھو کہ کس طرح مردہ زمین کو وہ جلا دیتا ہے وہی مردہ انسانوں کو زندہ کرنے
والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے بادل جو پانی کے بوجھل ہو رہے ہیں انہیں یہ ہوائیں اٹھائے چلتی ہیں یہ زمین سے بہت قریب ہوتے ہیں
اور سیاہ ہوتے ہیں، چنانچہ حضرت زید بن عمرو بن نفیل رحمہ اللہ کے شعروں میں ہے میں اس کا مطیع ہوں جس کے اطاعت گزار میٹھے اور صاف پانی
کے بھرے ہوئے بادل ہیں اور جس کے تابع فرمان بھاری بوجھل پہاڑوں والی زمین ہے پھر ہم ان بادلوں کو مردہ زمین کی طرف لے چلتے ہیں جس میں
کوئی سبزہ نہیں سوکھی بنجر زمین پڑی ہوئی ہے جیسے آیت وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ میں بیان ہوا ہے پھر اس سے پانی برسا کر اسی غیر آباد
زمین کو لہلہاتی بنا دیتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو زندہ کر دیں گے حالانکہ وہ بوسیدہ ہڈیاں اور پھر ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل گئے
ہوں گے قیامت کے دن ان پر اللہ عزوجل بارش برسائے گا چالیس دن برابر برستی رہے گی جس سے جسم قبروں میں اگنے لگیں گے

جیسے دانہ زمین پر اگتا ہے یہ بیان قرآن کریم میں کئی جگہ ہے قیامت کی مثال پیداوار سے دی جاتی ہے۔ پھر فرمایا یہ تمہاری نصیحت کیلئے ہے اچھی زمین میں سے پیداوار بھی عمدہ نکلتی ہے اور جلد۔ جیسے فرمان ہے وَاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔ اور جو زمین خراب ہی جیسے سنگلاخ زمین شور زمین وغیرہ۔ اس کی پیداوار بھی ویسی ہی ہوتی ہے یہی مثال مومن و کافر کی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس علم و ہدایت کے ساتھ خدا نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر بہت زیادہ بارش ہوئی زمین کے ایک صاف عمدہ ٹکڑے نے تو پانی کو قبول کیا اور گھاس اور چارہ بہت سا اس میں سے نکلا ان میں بعض ٹکڑے ایسے بھی تھے جس میں پانی جمع ہو گیا اور وہاں رک گیا پس اس سے بھی لوگوں نے فائدہ اٹھایا پیا اور پلایا کھیتیاں کیں، باغات تازہ کئے، زمین کے جو چٹیل سنگلاخ ٹکڑے تھے ان پر بھی وہ پانی برسا لیکن نہ تو وہاں رکا نہ کچھ وہاں اگا۔ یہی مثال اس کی ہے جس نے دین خدا کی سمجھ پیدا کی اور میری بعثت سے اس نے فائدہ اٹھایا یا خود سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے سر ہی نہ اٹھایا اور خدا کی وہ ہدایت قبول ہی نہ کی جو میری معرفت بھیجی گئی (مسلم و نسائی)

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ

ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود (ہونے کے قابل) نہیں مجھکو تمہارے لئے ایک

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۱ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۲

بڑے (سخت) دن کے عذاب کا اندیشہ ہے — ان کی قوم کے آبرو دار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں (مبتلا) دیکھتے ہیں

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۳ اُبَلِّغُكُمْ

انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ تم کو اپنے

رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۴

پروردگار کے احکام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔

تبلیغ مسلسل

چونکہ سورت کے شروع میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان ہوا تھا پھر اس کے متعلقات بیان ہوئے اور اس کے متصل اور بیانات فرما کر اب پھر اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان ہونے شروع ہوئے اور پے در پے ان کے بیانات ہوئے سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہوا کیونکہ آدم کے بعد سب سے پہلے پیغمبر اہل زمین کی طرف آپ ہی آئے تھے آپ نوح بن لمک بن متوشلخ بن اخنوخ یعنی ادریس علیہ السلام یہی پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے قلم سے لکھا ابن برد بن مہلیل بن قنین بن یانش بن شیث بن آدم ہیں۔ ائمہ نسب جیسے امام محمد بن اسحاق وغیرہ نے آپ کا نسب نامہ اسی طرح بیان فرمایا ہے امام صاحب فرماتے ہیں حضرت نوح جیسا کوئی اور نبی امت کی طرف سے ستایا نہیں گیا ہاں انبیاء قتل کر دیئے گئے انھیں نوح اسی لئے کہا گیا کہ یہ اپنے نفس کا رونا بہت روتے تھے حضرت آدم اور حضرت نوح کے درمیان دس زمانے تھے جو اسلام پر گذرے تھے۔ اصنام پرستی کا شروع رواج اس طرح ہوا کہ جب اولیاء اللہ فوت ہو گئے تو ان کی قوم نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان میں ان بزرگوں کی تصویریں بنالیں تاکہ ان کا حال اور ان کی عبادت کا نقشہ سامنے رہے اور اپنے نفس ان جیسا بنانے کی کوشش کریں لیکن کچھ زمانے کے بعد ان تصویروں کے مجسمے بنالئے، کچھ اور زمانے کے بعد انہی بتوں کی پوجا کرنے لگے اور ان کے نام انہی اولیاء اللہ کے ناموں پر رکھ لئے ود، سواع یغوث یعوق نسر وغیرہ۔ جب بت پرستی کا رواج ہو گیا اللہ نے اپنے رسول حضرت نوح کو بھیجا آپ نے انھیں خدائے واحد کی عبادت کی تلقین کی اور کہا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تمھیں تو ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن تمہیں عذاب نہ ہو۔ قوم نوح کے بڑوں نے ان کے سرداروں نے اور ان کے چودھریوں نے حضرت نوح کو جواب دیا کہ تم تو بہک گئے ہو کہ ہمیں اپنے باپ دادوں

کے دین سے بیزار ہے جو ہر بدشخص نیک لوگوں کو گمراہ سمجھا کرتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ جب یہ بدکاران نیک کاروں کو دیکھتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ تو بہکے ہوئے ہیں کہا کرتے تھے کہ اگر یہ دین اچھا ہوتا تو ان سے پہلے ہم نہ مان لیتے۔ یہ تو بات ہی غلط اور جھوٹ ہے حضرت نوح نبی علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں بہکا ہوا نہیں ہوں بلکہ میں خدا کا رسول ہوں تمہیں پیغام خدا پہنچا رہا ہوں تمہارا خیر خواہ ہوں اور خدا کی وہ باتیں جانتا ہوں جنہیں تم نہیں جانتے، ہر رسول مبلغ، فصیح، بلیغ، ناصح خیر خواہ اور عالم باللہ ہوتا ہے۔ ان صفات میں اور کوئی ان کی ہمسری اور برابری نہیں کر سکتا۔ مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفے کے دن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا جبکہ وہ بہت بڑی تعداد میں بہت زیادہ تھے کہ اے لوگو! تم سے میری بابت خدا کے ہاں سوال کیا جائیگا۔ تو بتلاؤ کیا جواب دو گے سب نے کہا ہم کہیں گے کہ آپ نے تبلیغ کر دی تھی اور حق رسالت ادا کر دیا تھا اور پوری خیر خواہی کی تھی۔ پس آپ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر نیچے زمین کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا خدایا تو گواہ رہ۔ اے اللہ تو شاہد رہ خدایا تو گواہ رہ۔

أَوَعَجِبْتُمْ أَن جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا

اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تاکہ تم

وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝۵ فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَ

اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا

أَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ۝۶ ع ۱۵

ان کو ہم نے غرق کر دیا بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔

بعثت نبی پر حیرت کیوں؟

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ تم اس بات کو کوئی انوکھی اور تعجب والی بات نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائی اور اسے پیغمبری سے ممتاز کر دیا اور وہ تمہیں متنبہ کر دے پھر تم شرک و کفر سے الگ ہو کر عذاب خدا سے نجات پاؤ اور تم پر گوناگوں رحمتیں نازل ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی ان دلیلوں، ان کے چند وعظوں نے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ کیا یہ انہیں جھٹلاتے رہے، مخالفت سے باز نہ آئے، ایمان قبول نہ کیا صرف چند لوگ ایمان لائے اور بس۔ پس ہم نے ان نیک لوگوں کو اپنے نبی کے ساتھ کشتی میں بٹھا کر طوفان سے نجات دی اور باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ جیسے سورۂ نوح میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کے باعث غرق کر دیئے گئے۔ پھر دوزخ میں ڈال دیئے گئے اور کوئی نہ ہوا جو ان کی کسی قسم کی مدد کرتا۔ یہ لوگ حق سے آنکھیں بند کئے ہوئے تھے نابینا ہو گئے تھے راہِ حق انہیں آخر تک دکھائی نہ دی۔ پس اللہ نے اپنے نبی کو، ان کے دوستوں کو نجات دی اور ان کے دشمنوں کو تہ آب برباد کیا۔ جیسے اس کا وعدہ ہے کہ ہم اپنے رسولوں کی اور ایمانداروں کی ضرور مدد فرمایا کرتے ہیں اس دنیا میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی وہ ان کی امداد کرتا ہے ان پرہیزگاروں کے لئے عافیت ہے۔ انجام کار غالب اور مظفر و منصور یہی رہتے ہیں جیسے کہ نوح علیہ السلام آخر کار غالب رہے اور کفار ناکام نامراد ہوئے یہ لوگ سخت پکڑ لئے گئے اور غارت کر دیئے گئے صرف پیغمبر خدا ع کے اسی آدمیوں نے نجات پائی ان ہی میں سے ایک صاحب جرہم نامی تھے جن کی زبان عربی تھی۔ ابن ابی حاتم میں یہ روایت حضرت ابن عباس رض سے متصلاً مروی ہے۔

وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ

اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں

أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿١﴾ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا

سو کیا تم نہیں ڈرتے ان کی قوم میں جو بڑے سردار کافر تھے انھوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور

لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَٰكِنِّي رَسُولٌ مِّن

ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا بھی کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا

رَّبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٣﴾ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ﴿٤﴾ أَوَعَجِبْتُمْ أَن

بھیجا ہوا پیغمبر ہوں تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا اچھا خیرخواہ ہوں اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو

جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ

کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس (بشر) سے ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈراوے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ

مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَسْطَةً ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٥﴾

نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلاؤ (بھی) زیادہ دیا سو خدا تعالیٰ کی (ان) نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم کو فلاح ہو

قوم عاد اور ان کے پیغمبر

فرماتا ہے کہ جیسے قوم نوح کی طرف حضرت نوح علیہ السلام کو ہم نے بھیجا تھا قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو ہم نے نبی بنا کر بھیجا یہ لوگ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح کی اولاد تھے یہ عاد اولیٰ ہیں یہ جنگل میں عالیشان مکانوں میں رہتے تھے فرمان ہے اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ۔ یعنی کیا تو نے نہیں دیکھا کہ عاد ارم کے ساتھ تیرے رب نے کیا کیا؟ جو بلند قامت تھے کہ ان جیسے لوگ اور شہروں میں پیدا ہی نہیں کئے گئے یہ لوگ بڑے قوی اور طاقتور اور لانبے چوڑے قد کے تھے جیسے فرمان ہے کہ عادیوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور نعرہ لگایا کہ ہم سے زیادہ قوی کون ہے؟ کیا انھیں اتنی بھی تمیز نہیں کہ ان کا پیدا کرنے والا یقیناً ان سے زیادہ قوت والا ہے وہ ہماری آیتوں کا انکار کر بیٹھے ان کے شہر یمن میں احقاف میں تھے یہ ریتلے پہاڑ تھے۔ حضرت علیؓ نے حضر موت کے ایک شخص سے کہا تو نے ایک سرخ ٹیلہ دیکھا ہوگا جس میں سرخ رنگ کی راکھ جیسی مٹی ہے اس کے آس پاس پیلو کے اور بیری کے درخت بکثرت ہیں وہ ٹیلہ فلاں جگہ حضر موت میں ہے؟ اس نے کہا امیرالمومنین آپ تو اس طرح اس کے نشان بتلا رہے ہیں گویا آپ نے بچشم خود دیکھا ہے آپ نے فرمایا نہیں دیکھا تو نہیں لیکن ہاں مجھ تک حدیث پہنچی ہے۔ کہ وہیں حضرت ہود علیہ السلام کی قبر ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی بستیاں یمن میں تھیں اس لئے ان کے پیغمبر وہیں مدفون ہیں آپ ان سب میں شریف قبیلے کے تھے اس لئے کہ انبیاء ہمیشہ حسب نسب کے اعتبار سے عالی خاندان میں ہی ہوتے رہے ہیں لیکن آپ کی قوم جس طرح جسمانی طور سے سخت اور زوردار تھی اسی طرح دلوں کے اعتبار سے بھی بہت سخت تھی جب اپنے نبی کی زبانی خدا کی عبادت اور تقویٰ کی نصیحت سنی تو اکثر لوگ ان کی جمعیت، کثرت، ان کے سردار اور لیڈر بڑے بول اٹھے کہ تو تو پاگل ہو گیا ہے کہ ہمیں اپنے خداؤں کی ان خوبصورت تصویروں کی عبادت سے ہٹا کر خدائے واحد کی عبادت کی طرف بلا رہا ہے یہی تعجب قریش کو ہوا تھا انھوں نے کہا تھا اس نے سارے خداؤں کو چھوڑ کر ایک کی عبادت کی دعوت کیوں دی؟ حضرت ہودؑ نے انھیں جواب دیا کہ مجھ میں تو بے وقوفی کی بفضلہ کوئی بات نہیں میں جو کہہ رہا ہوں وہ خدا کی کہی ہوئی کہہ رہا ہوں اس لئے کہ میں رسول اللہ ہوں رب کی طرف سے حق لایا ہوں وہ رب ہر چیز کا مالک سب کا خالق ہے میں تو تمہیں کلام خدا پہنچا رہا ہوں تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں اور امانت داری سے رسالت رب ادا کر رہا ہوں یہی وہ صفتیں ہیں جو تمام رسولوں میں یکساں ہوتی ہیں یعنی پیغام خدا پہنچانا لوگوں کی بھلائی چاہنا اور امانت داری کا نمونہ بننا۔ تم میری رسالت پر تعجب نہ کرو بلکہ اللہ کا شکر بجا لاؤ کہ اس نے تم میں سے ہی ایک کو اپنا پیغمبر بنایا کہ وہ تمہیں عذاب خدا سے ڈراوے۔ تمہیں رب کے

اس احسان کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیئے کہ اس نے تمہیں ہلاک ہونے والوں کے بقایا میں سے بنایا تمہیں باقی رکھا اتنا ہی نہیں بلکہ تمہیں قوی ہیکل، مضبوط اور طاقتور کر دیا۔ یہی نعمت حضرت طالوت پر تھی۔ کہ انہیں جسمانی اور علمی وسعت دی گئی تھی۔ تم اللہ کی نعمتوں کو یاد رکھو تاکہ نجات حاصل کر سکو۔

قَالُوٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ

وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہو گے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ان کو چھوڑ دیں اور ہم کو جس عذاب کی ۔ ۔

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ

تم سچے ہو — انھوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

کیا تم مجھ کو ایسے ناموں کی بابت میں جھگڑتے ہو جنکو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے آپ ہی ٹھہرا لیا ہے ان کے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل (عقلی یا نقلی)

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ

نہیں بھیجی سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں — غرض ہم نے ان کو — اور ان کے ساتھیوں کو

ع ۹ / ۱۷ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾

اپنی رحمت سے بچا لیا — اور ان لوگوں کی جڑ تک کاٹ دی جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

صنم پرستی کے ساتھ آباء پرستی

عاد کی سرکشی اور تکبر، ضد اور عناد کا بیان ہو رہا ہے کہ انھوں نے حضرت ہود علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی تشریف آوری کی غرض کیا یہی ہے کہ ہم اللہ احد کے پرستار بن جائیں اور باپ دادوں کے پرانے معبود سے روگردانی کر لیں، سنو اگر یہی مقصود ہے تو اس کا پورا ہونا محال ہے ہم تیار ہیں اگر تم سچے ہو تو اپنے خدا سے ہمارے لئے عذاب طلب کرو۔ یہی کفار مکہ نے کہا تھا۔ کہنے لگے کہ خدایا محمد کا کیا حق ہے اور وہ واقعی تیرا کلام ہے اور ہم نہیں مانتے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی اور سخت المناک عذاب بھیج کر۔ ان عادیوں کے بتوں کے نام یہ ہیں صمد، صمود ھبا۔ ان کی اس گستاخی کے مقابلہ میں خدا کے پیغمبرؑ نے فرمایا کہ تمہاری ان باتوں سے بیشک تم مستحق ہو گئے کہ عذاب اور اس کا غضب ثابت ہو گیا۔ رجس سے مراد رجز یعنی عذاب ہے، ناراضی اور غصہ کے معنی یہی ہیں۔ پھر فرمایا کہ تم ان بتوں کی بابت مجھ سے جھگڑ رہے ہو جن کے نام بھی تم نے آپ رکھے ہیں یا تمہارے بڑوں نے۔ اور خواہ بے وجہ انہیں معبود سمجھ بیٹھے ہو یہ پتھر کے ٹکڑے محض بے ضرر اور بے نفع ہیں۔ نہ خدا نے ان کی عبادت کی کوئی دلیل اتاری ہے۔ اچھا جب یونہی تم نے مقابلے کی ٹھہرالی ہے تو منتظر رہو۔ میں بھی منتظر ہوں۔ ابھی معلوم ہو جائیگا کہ مقبول خدا کون ہے اور مردود بارگاہ کون ہے کون مستحق عذاب ہے اور کون قابل ثواب ہے۔ آخرش ہم نے اپنے نبیؐ کو اور ان کے ایماندار ساتھیوں کو نجات دی اور کافروں کی جڑیں کاٹ دیں۔ قرآن کریم کے کئی مقامات پر جناب باری عزوجل نے ان کی تباہی کی صورت بیان فرمائی ہے کہ ان پر تند اور تیز ہوائیں بھیجی گئیں، جس نے انہیں اور ان کی تمام چیزوں کو غارت اور برباد کر دیا۔ یہ عاد سخت آندھیوں سے ہلاک کر دیئے گئے جو ان پر برابر سات رات اور آٹھ دن چلتی رہیں، سارے کے سارے اس طرح ہو گئے جیسے کھجور کے درختوں کے تنے الگ ہوں اور شاخیں الگ ہوں۔ دیکھ لے ان میں سے ایک بھی اب نظر آ رہا ہے! ان کی سرکشی کی سزا میں تیز ہوا ان پر مسلط کر دی گئی جو ان میں سے ایک ایک کو اٹھا کر آسمان کی بلندی کی طرف لے جاتی اور وہاں سے گراتی جس سے سر الگ ہو جاتا، دھڑ الگ گر جاتا۔ یہ لوگ یمن کے علاقہ میں عمان اور حضرموت میں رہتے تھے۔ ادھر ادھر نکلتے اور لوگوں کو مار پیٹ کر چیرا پھرا

اُن کے مالک ومال پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے۔ سارے کے سارے بُت پرست تھے حضرت ہود جو اُن میں کے شریف خاندانی شخص تھے
اُن کے پاس رسالت رب لیکر آئے خدا کی توحید کا حکم دیا شرک سے روکا لوگوں پر ظلم کرنے کی بُرائی سمجھائی لیکن انھوں نے اس نصیحت کو
قبول نہ کیا مقابلے پر تن گئے اور اپنی قوت سے حق کو دبانے لگے بعض لوگ گو ایمان لائے تھے لیکن وہ بھی بیچارے جان کے خوف کے مارے
چھپے چھپائے تھے باقی لوگ بدستور اپنی بے ایمانی اور ناانصافی پر جمے رہے خواہ مخواہ فوقیت ظاہر کرنے لگے بیکار عمارتیں بناتے اور پھولے نہ
سماتے ان سب کاموں کو پیغمبر خدا ناپسند فرماتے انھیں روکتے تقوے کی اور اطاعت کی ہدایت کرتے لیکن یہ کبھی تو انھیں بے دلیل بتاتے
کبھی انھیں مجنون کہتے آپ اپنی برأت ظاہر کرتے اور ان سے صاف فرماتے کہ مجھے تمہاری قوت طاقت کا مطلقاً خوف نہیں۔ جاؤ جو تم
سے ہو سکے کرو، میرا بھروسہ اللہ پر ہے اُس کے سوا نہ کوئی بھروسے کے لائق نہ عبادت کے قابل ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز پست اور
لاچار ہے۔ سچی راہ خدا کی ہے آخر جب یہ اپنی برائیوں سے باز نہ آئے تو ان پر بارش نہ برسائی گئی تین سال تک قحط سالی رہی، نہ چ ہو گئے
تنگ آ گئے آخر یہ سوچی کہ چند آدمیوں کو بیت اللہ شریف بھیجیں وہ وہاں جا کر خدا سے دعائیں کریں یہی ان کا دستور تھا کہ جب کسی مصیبت
میں پھنس جاتے تو وہاں وفد بھیجتے اس وقت ان کا ایک قبیلہ عمالیق حرم شریف میں بھی رہتا تھا یہ لوگ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح کی
نسل میں سے تھے اُن کا سردار اُس زمانے میں معاویہ بن بکر تھا اس کی ماں قوم عاد سے تھی جسکا نام جلہدہ بنت خیبری تھا قوم عاد نے اپنے
ہاں سے ستر اشخاص کو منتخب کر کے بطور وفد کے شریف کو روانہ کیا یہاں آ کر یہ معاویہ کے مہمان بنے پُر تکلف دعوتوں کے اڑانے میں شراب
خواری میں اور معاویہ کی دو لونڈیوں کا گانا سننے میں اس بے خودی سے مشغول ہو گئے کہ کامل ایک مہینہ گذر گیا انھیں اپنے کام کی طرف
مطلق توجہ نہ ہوئی۔ معاویہ ان کی یہ روش دیکھکر اور اپنی قوم کی بُری حالت سامنے رکھکر بہت کڑھتا تھا لیکن یہ مہمان نوازی کے خلاف تھا
کہ خود ان سے کہتا کہ جاؤ۔ اس لئے اُس نے کچھ اشعار لکھے اور ان دونوں کنیزوں کو یاد کرائے کہ وہ یہی گا کر انھیں سنائیں اُن
شعروں کا مضمون یہ تھا کہ اے وہ لوگو جو قوم کی طرف سے خدا سے دعائیں کرنے کو بھیجے گئے ہو کہ وہ عاد پر بارش برسائے جو آج
قحط سالیوں کی وجہ سے تباہ ہو گئے ہیں، بھوک پیاس سے مر رہے ہیں، بڈھے بچے مرد عورتیں تباہ حال پھر رہے ہیں یہانتک کہ بولنا
چالنا ان پر دوبھر ہو گیا ہے جنگلی جانور اُن کی آبادیوں میں پھر رہے ہیں کیونکہ کسی عادی میں اتنی قوت کہاں کہ وہ تیر چلا سکے لیکن افسوس کہ تم
یہاں اپنے من مانے مشغلوں میں منہمک ہو گئے اور اوقات بے فائدہ ضائع کرنے لگے تم سے زیادہ بُرا وفد دنیا میں کوئی نہ ہو گا یاد رکھو اگر اب بھی تم
نے مستعدی سے قومی خدمت نہ کی تو تم برباد و غارت ہو جاؤ گے یہ سنکر ان کے کان کھڑے ہوئے یہ حرم میں گئے اور دعائیں مانگنی شروع کیں، اللہ تعالیٰ
نے تین بادل ان کے سامنے پیش کئے۔ ایک سفید، ایک سیاہ، ایک سُرخ، اور ایک آواز آئی کہ ان میں سے ایک اختیار کر لو اس نے سیاہ بادل
پسند کیا آواز آئی تو نے سیاہ پسند کیا جو عاد میں سے ایک بھی باقی نہ چھوڑے گا۔ نہ بیٹے کو نہ باپ کو، سب کو غارت کر دیگا سوائے
بنی لوذیہ کے۔ یہ بنی لوذیہ بھی عاد کا ایک قبیلہ تھا جو مکے میں مقیم تھے اُن پر وہ عذاب نہیں آئے یہی باقی رہے اور اُن میں کے عاد اخری
ہوئے اس وفد کے سردار نے سیاہ بادل پسند کیا تھا جو اُسی وقت عاد کی طرف چلا اس شخص کا نام قیل بن عنز تھا جب یہ عاد کے میدان میں پہنچا
جس کا نام مغیث تھا تو اُسے دیکھکر وہ لوگ۔ خوشیاں منانے لگے کہ اس ابر سے پانی ضرور برسے گا حالانکہ یہ وہ تھا جسکی یہ لوگ نبی کے
مقابلے میں جلدی مچا رہے تھے جس میں المناک عذاب تھا جو تمام چیزوں کو فنا کر دینے والا تھا سب سے پہلے اس عذاب خدا کو ایک عورت نے
دیکھا جس کا نام ممتید تھا یہ چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی جب ہوش میں آئی تو لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تو نے کیا دیکھا؟ اُس نے کہا آگ کا بگولہ جو
بصورت ہوا تھا جیسے فرشتے گھسیٹتے لئے چلے آ رہے تھے برابر سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ آگ والی ہوا ان پر چلتی رہی اور عذاب
کا بادل ان پر برستا رہا۔ تمام قوم عاد کا ستیاناس ہو گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے ساتھ مومن ایک باغیچے میں چلے گئے تھے
وہاں خدا نے انھیں محفوظ رکھا وہی ہوا، ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہو کر اُن کے جسموں کو لگتی رہی جس سے روح کو تازگی اور آنکھوں کو
ٹھنڈک پہنچتی رہی، ہاں عاد پر اس ہوا نے سنگباری شروع کر دی اُن کے دماغ پھٹ گئے آخر میں انھیں اٹھا اٹھا کر دے دے ٹپنا سر الگ

ہو گئے دھڑ الگ جا پڑے سر الگ کو سواری سمیت آدھر اُٹھا لیتی تھی اور بہت اونچی لیجا کر اُسے اوندھا سے گرا دیتی تھی الغرض یہ سیاق بہت عجیب ہے اور اس میں بہت سے فوائد ہیں عذاب خدا کے آجانے کے وقت حضرت ہود علیہ السلام کو اور مؤمنوں کو نجات مل گئی۔ رحمت خدا ان کے شامل حال رہی اور باقی کفار اس بد ترین سزا میں گرفتار ہوئے مسند احمد میں ہے کہ حضرت حارث بکری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے ہاں سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں علا بن حضرمی کی شکایت لیکر چلا جب میں ربذہ میں پہنچا تو بنی تمیم کی ایک بڑھیا لاچار ہو کر بیٹھی ہوئی ملی مجھ سے کہنے لگی اے خدا کے بندے مجھے سرکار رسالت مآب میں پہنچنا ہے۔ کیا تو میرے ساتھ اتنا سلوک کریگا کہ مجھے دربار رسالت میں پہنچا دے؟ میں نے کہا آؤ۔ چنانچہ میں نے اسے اپنے اونٹ پر بٹھا لیا اور مدینے پہنچا۔ دیکھا کہ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے، سیاہ جھنڈے لہرا رہے ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار لٹکائے کھڑے ہیں، میں نے پوچھا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ کی ماتحتی میں کہیں لشکر بھیجنے والے ہیں۔ میں تھوڑی دیر بیٹھا رہا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی منزل میں تشریف لیگئے میں آپ کے پیچھے ہی گیا۔ اجازت طلب کی اجازت ملی جب میں نے اندر جا کر سلام کیا تو آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں اور بنو تمیم میں کچھ چشمک ہے؟ میں نے کہا ہاں حضور، اور یوچھیا جو آنا پڑی ہے میں اب حاضر خدمت ہو رہا تھا تو راستے میں قبیلۂ تمیم کی ایک بڑھیا عورت مل گئی جس کے پاس سواری وغیرہ نہ تھی اُس نے مجھ سے درخواست کی اور میں اُسے اپنی سواری پر بٹھا کر یہاں لایا ہوں۔ وہ دروازے پر بیٹھی ہوئی ہے آپ نے اُسے بھی اندر آنے کی اجازت دی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ہم میں اور بنو تمیم میں کوئی فیصلہ کر دیجئے۔ اس پر بڑھیا تیز ہو کر بولی اگر آپ نے ایسا کر دیا تو پھر آپکے ہاں کے بے بس کہاں پناہ لیں گے؟ میں نے کہا سبحان اللہ، تیری اور میری تو وہی مثل ہوئی کہ بکری اپنی موت کو آپ اٹھا کر لے گئی میں نے ہی تجھے یہاں پہنچایا مجھے اس کے انجام کی کیا خبر تھی؟ اللہ ایسا نہ کرے کہ میں بھی عاد قبیلے کے وفد کی طرح ہو جاؤں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا بھی کہ عاد کے وفد کا قصہ کیا ہے؟ باوجودیکہ آپکو مجھ سے زیادہ اس کا علم تھا لیکن یہ سمجھ کر کہ اس وقت آپ باتیں کرنا چاہتے ہیں میں نے قصہ شروع کر دیا کہ حضور جس وقت عادیوں میں قحط سالی ہوئی تو انھوں نے قیل نامی ایک شخص کو بطور اپنے قاصد کے بیت اللہ شریف دعا کرنے کے لئے بھیجا یہ معاویہ بن بکر کے ہاں آ کر مہمان بنا۔ یہاں شراب کباب اور راگ رنگ میں ایسا مشغول ہوا کہ مہینے بھر تک جام لنڈھاتا رہا اور معاویہ کی دو لونڈیوں کے گانے سنتا رہا۔ ان کا نام جرادہ تھا۔ مہینے بھر کے بعد مہرہ کے پہاڑوں پر گیا اور خدا سے دعا مانگنے لگا کہ باری تعالیٰ میں کسی بیمار کی دوا کے لئے یا کسی قیدی کے فدیے کے لئے نہیں آیا۔ خدایا عاد کو تو وہ پلا جو پلایا کرتا تھا اتنے میں وہ دیکھتا ہے کہ چند سیاہ رنگ بادل اُس کے سر پر منڈلا رہے ہیں اُن میں سے ایک غیبی صدا آئی کہ ان میں سے جو تجھے پسند ہو قبول کر لے اُس نے سخت سیاہ بادل کو اختیار کیا اُسی وقت دوسری آواز آئی کہ لیلے خاک راکھ جو عادیوں میں سے ایک کو بھی نہ چھوڑے عادیوں پر ہوا کے خزانے میں سے صرف بقدر انگوٹھی کے حلقے کی ہوا چھوڑی گئی تھی جس نے سب کو غارت اور تہ و بالا کر دیا ابو وائل کہتے ہیں یہ واقعہ سارے عرب میں ضرب المثل ہو گیا تھا۔ جب لوگ کسی کو بطور وفد کے بھیجتے تو کہہ دیا کرتے تھے کہ عادیوں کے وفد کی طرح نہ ہو جانا اسی طرح مسند احمد بھی یہ روایت موجود ہے سنن کی اور کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے واللہ اعلم۔

وَإِلٰى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۖ قَدْ

اور ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا انھوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تمہارے

جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۖ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَأْكُلْ فِيْ

پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اسکو چھوڑ دو کہ اللہ کی

أَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوْءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ① وَاذْكُرُوْا إِذْ جَعَلَكُمْ

زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کہیں تم کو دردناک عذاب آپکڑے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو

خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا

عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو

وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ

اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں

مُفْسِدِيْنَ ② قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا

فساد مت پھیلاؤ ان کی قوم میں جو متکبر سردار تھے انھوں نے غریب لوگوں سے جو کہ

لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا

ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے

اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ③ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ

بھیجے ہوئے ہیں انھوں نے کہا بیشک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس چیز پر

اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ④ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا

یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے

يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑤ فَاَخَذَتْهُمُ

سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح جس کی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو منگوائیے اگر آپ پیغمبر ہیں

الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ⑥

پس آپکڑا ان کو زلزلے نے سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے

قوم ثمود علمائے نسب نے بیان کیا ہے کہ ثمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح یہ بھائی تھا جدلیس بن عامر کا۔ اسی طرح قبیلہ طسم یہ خالص عرب تھے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے پہلے ثمود عاد کے بعد ہوئے ہیں ان کے شہر حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ اور اس کے ارد گرد مشہور ہیں ۹ھ میں تبوک جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اجاڑ بستیوں میں سے گزرے تھے۔ مسند احمد میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک گئے مع الناس میں اترے لوگوں نے ثمود کے گھروں کے پاس ڈیرے ڈالے اور انہی کے کنوؤں کے پانی سے آٹے گوندھے اور ہنڈیاں چڑھائیں تو آپ نے حکم دیا کہ سب ہنڈیاں الٹ دی جائیں اور گندھے ہوئے آٹے اونٹوں کو کھلا دیئے جائیں۔ پھر فرمایا یہاں سے کوچ کرو اور اس کنوئیں کے پاس ٹھہرو جس سے حضرت صالح کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور فرمایا آئندہ عذاب والی بستیوں میں پڑاؤ نہ کیا کرو ایسا نہ ہو کہ اسی عذاب کے شکار تم بھی بن جاؤ۔ اور روایت میں ہے کہ ان بستیوں سے روتے اور ڈرتے ہوئے گذرو کہ مبادا وہی عذاب تم پر آجائیں جو ان پر آئے تھے اور روایت میں ہے کہ غزوۂ تبوک میں لوگ بعجلت حجر کے لوگوں کی طرف لپکے آپ نے اسی وقت آواز دلوائی کہ الصلوٰۃ جامعۃ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ

اُن کے لوگوں کے گھروں میں کیوں گھسے جا رہے ہو جن پر غضبِ خدا نازل ہوا۔ راویِ حدیث ابوکبشہ انماری رضؓ فرماتے ہیں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ میں نے یہ سنکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہم تو صرف عبرت کے طور پر انھیں دیکھتے چلے گئے تھے آپ نے فرمایا میں تمہیں اُس سے بھی عبرت کی چیز بتلا رہا ہوں تم میں سے ہی ایک شخص ہے جو تمہیں وہ چیزیں بتلا رہا ہے جو گذر چکیں اور وہ خبریں دے رہا ہے جو تمہارے سامنے ہیں اور جو تمہارے بعد ہونے والی ہیں پس تم ٹھیک ٹھاک رہو اور سیدھے چلے جاؤ تمہیں عذاب کرتے ہوئے بھی خدائے تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں۔ یاد رکھو کہ ایسے لوگ آئیں گے جو اپنی جانوں سے کسی چیز کو دفع نہ کر سکیں گے حضرت ابوکبشہ رضؓ کا نام عمر بن سعد ہے اور کہا گیا ہے کہ عامر بن سعد ہے۔ واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کہ حِجر کی بستی کے پاس آتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نشانیاں نہ طلب کرو۔ دیکھو قوم صالح نے نشان طلب کیا جو ظاہر ہوا یعنی اونٹنی جو اس راستے سے آتی تھی اور اس راستے سے جاتی تھی۔ لیکن اُن لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ دیں ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی تھی اور ایک دن یہ سب اُس کا دودھ پیتے تھے اس اونٹنی کو مار ڈالنے پر ان پر ایک چیخ آئی اور یہ جتنے بھی تھے سب کے سب ڈھیر ہو گئے بجز اُس ایک شخص کے جو حرم شریف میں تھا لوگوں نے پوچھا اُس کا نام کیا تھا؟ فرمایا ابو رغال یہ بھی جب حدِ حرم سے باہر آیا تو اسے بھی وہی عذاب ہوا۔ یہ حدیث صحاح ستہ میں تو نہیں لیکن ہے مسلم شریف کی شرط پر۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ثمودی قبیلے کی طرف ان کے بھائی حضرت صالح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا گیا تمام نبیوں کی طرح آپ نے بھی اپنی امت کو سب سے پہلے توحیدِ خدا سکھائی۔ کہ فقط اُس کی عبادت کریں اس کے سوا اور کوئی لائقِ عبادت نہیں یہ فرمانِ خدا ہے جتنے بھی رسول آئے سب کی طرف یہی وحی کی جاتی رہی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں صرف میری ہی عبادت کرو اور ارشاد ہے میں نے ہر اُمت میں رسول بھیجے کہ خدا ہی کی عبادت کرو۔ اور اُس کے سوا اوروں کی عبادت سے بچو۔ حضرت صالح ع فرماتے ہیں لوگو! تمہارے پاس دلیلِ خداوندی آ چکی جس میں میری سچائی ظاہر ہے ان لوگوں نے حضرت صالح ع سے یہ معجزہ طلب کیا تھا کہ ایک سنگلاخ چٹان جو ان کی بستی کے ایک کنارے پڑی تھی جس کا نام کاتبہ تھا اُس سے آپ ایک اونٹنی نکالیں جو گابھن ہو حضرت صالح ع نے ان سے فرمایا کہ اگر ایسا ہو جائے تو ایمان قبول کرو گے؟ انھوں نے پختہ وعدے کئے اور مضبوط عہد و پیمان کئے حضرت صالح ع نے نماز پڑھی۔ دعا کی ان سب کے دیکھتے ہوئے چٹان نے ہلنا شروع کیا اور پھٹ گئی اور اُس کے بیچ سے ایک اونٹنی نمودار ہوئی اسے دیکھتے ہی ان کے سردار جندع بن عمرو نے تو اسلام قبول کر لیا۔ اور اُس کے ساتھیوں نے بھی۔ باقی جو اور سردار تھے وہ ایمان لانے کے لئے تیار تھے مگر ذواب بن عمرو بن لبید نے اور حباب نے جو بتوں کا مجاور تھا اور رباب بن صمر بن جلمس وغیرہ نے ان کو روک دیا۔ حضرت جندع کا بھتیجا تھا شہاب نامی یہ ثمود میں بڑا عاقل اور شریف شخص تھا اس نے بھی ایمان لانے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن انہی بدبختوں نے اسے بھی روکا۔ جس پر ایک مومن ثمودی مہوس بن عنمہ نے کہا کہ آلِ عمرو نے شہاب کو دین خدا کی دعوت دی قریب تھا کہ وہ مشرف با سلام ہو جاتے۔ اور اگر ہو جاتا تو اُس کی عزت دوگنی ہو جاتی۔ مگر بدبختوں نے اُسے روک دیا اور نیکی سے ہٹا کر بدی پر لگا دیا۔ اس حاملہ اونٹنی کو اسی وقت بچہ ہوا ایک مدت تک لوگ ان میں رہا ایک دن اونٹنی ان کا پانی پیتی اس دن اس قدر دودھ دیتی کہ یہ لوگ اپنے سب برتن بھر لیتے۔ دوسرے دن یہ پانی پیتے اور ثمود کے اور جانور پانی پی لیتے۔ جیسے قرآن میں ہے وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ الخ اور آیت میں ہے هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ یہ ہے اونٹنی اس کے اور تمہارے پانی پینے کے دن تقسیم شدہ اور مقرر ہیں ثمود کے بستی حجر کے اردگرد چرتی چگتی تھی ایک راہ جاتی دوسری راہ آتی۔ یہ بہت ہی موٹی تازی اور ہیبت والی اونٹنی تھی جس راہ سے گذرتی سب اور جانور اِدھر اُدھر ہو جاتے۔ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ان بادشاہوں نے ارادہ کیا کہ اس کو مار ڈالیں تاکہ پھر ان کے جانور برابر پانی پی سکیں ان بادشاہوں کے ارادوں پر سب نے اتفاق کیا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی اور انھیں شہ دی کہ ہاں اس پاپ کو کاٹ دو اس اونٹنی کو مار ڈالو۔ چنانچہ قرآن کریم میں

فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوهَا الخ قوم صالح نے اپنی نبی کو جھٹلایا اور اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر اُسے مار ڈالا تو اُن کے پروردگار نے ان کے گناہوں کے بدلے اُن پر ہلاکت نازل فرمائی اور سب کو برابر ہی کر دیا اور آیت میں ہے کہ ہم نے ثمود کو اونٹنی دی جو ان کے لئے پوری سمجھ بوجھ کی چیز تھی لیکن انھوں نے اس پر ظلم کیا یہاں بھی فرمایا کہ انھوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ پس فعل کی اسناد سارے ہی قبیلے کی طرف ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ چھوٹے بڑے سب اس پر متفق تھے امام ابن جریرؒ وغیرہ کا بیان ہے کہ اس کے قتل کی وجہ یہ ہوئی کہ عنیزہ بنت غنم بن مجلز جو ایک بڑھیا کافرہ تھی اور حضرت صالحؑ سے بڑی دشمنی رکھتی تھی اس کی لڑکیاں بہت خوبصورت تھیں اور تھی بھی یہ عورت مالدار اس کے خاوند کا نام ذواب بن عمرو تھا جو ثمود کا ایک سردار تھا یہ بھی کافر تھا۔ اسی طرح ایک اور عورت تھی جسکا نام صدقہ بنت محیا بن زہیر بن مختار تھا یہ بھی علاوہ حسن کے مال اور حسب نسب میں بڑھی ہوئی تھی اس کے خاوند مسلمان ہو گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اس سرکش عورت نے ان کو چھوڑ دیا تھا اب یہ دونوں عورتیں لوگوں کو اُکساتی تھیں کہ کوئی آمادہ ہو جائے اور حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو قتل کر دے صدقہ نامی عورت نے ایک شخص حباب کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں تیرے گھر آ جاؤں گی اگر تو اس اونٹنی کو قتل کر دے۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اس پر اس نے مصدع بن مہرج بن محیا کو بلایا جو اس کے چچا کا لڑکا تھا اور اُسے بھی اسی بات پر آمادہ کیا۔ یہ خبیث اس کے حسن و جمال کا مفتون تھا اس برائی پر آمادہ ہو گیا اُدھر عنیزہ نے قدار بن سالف بن جذع کو بلا کر اس سے کہا کہ میری ان خوبصورت نوجوان لڑکیوں میں سے جسے تو پسند کر لے اُسے میں تجھے دیدوں گی اسی شرط پر کہ تو اس اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈال۔ یہ خبیث بھی آمادہ ہو گیا۔ یہ تھا بھی ولد الزنا۔ سالف کی اولاد میں نہ تھا۔ صیبان نامی ایک شخص سے اس کی بدکار ماں نے زنا کی تھی اسی سے یہ پیدا ہوا تھا اب یہ دونوں چلے اور ثمود کے اور شریروں کو بھی اس پر آمادہ کیا۔ چنانچہ سات شخص اور بھی اس پر آمادہ ہو گئے اور یہ نو فسادی شخص اس بد ارادے پر تُل گئے جیسے قرآن کریم میں ہے وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ۔ اس شہر میں نو شخص تھے جن میں اصلاح کا مادہ ہی نہ تھا سراسر فسادی تھے چونکہ یہ لوگ قوم کے سردار تھے ان کے کہنے سننے سے تمام کفار بھی اس پر راضی ہو گئے اور اونٹنی کے واپس آنے کے راستے میں یہ دونوں شریر اپنی اپنی کمین گاہوں میں بیٹھ گئے جب اونٹنی نکلی تو پہلے مصدع نے اُسے تیر مارا جو اس کی ران کی ہڈی میں پیوست ہو گیا اسی وقت عنیزہ نے اپنی خوبصورت لڑکی کو کھلے منہ قدار کے پاس بھیجا اس نے کہا قدار کیا دیکھتے ہو اٹھو اور اس کا کام تمام کر دو۔ یہ اس کا منہ دیکھتے ہی دوڑا اور اس کے دونوں پچھلے پاؤں کاٹ دیئے اونٹنی چکرا کر گری اور ایک آواز نکالی جس سے اس کا بچہ ہوشیار ہو گیا اور اس راستے کو چھوڑ کر پہاڑ پر چلا گیا یہاں قدار نے اونٹنی کا گلا کاٹ دیا اور وہ مر گئی اس کا بچہ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور تین مرتبہ بلبلایا۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں اس نے خدا کے سامنے اپنی ماں کے قتل کی فریاد کی پھر جس چٹان سے نکلا تھا اسی میں سما گیا۔ یہ روایت بھی ہے کہ اُسے بھی اس کی ماں کے ساتھ ہی ذبح کر دیا گیا تھا واللہ اعلم۔ حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ گھبرائے ہوئے موقع پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بے جان پڑی ہوئی ہے آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمایا بس اب تین دن میں تم ہلاک کر دیئے جاؤ گے یہی ہوا بھی، بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا اور چونکہ کوئی عذاب نہ آیا اس لئے اترا گئے اور انہی مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ اب آج شام کو صالح کو بھی مار ڈالو اگر واقعی ہم ہلاک ہونے والے ہی ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں تو بھی آئے روز روز کی اس مصیبت سے نجات تو ہو جائے گی، چنانچہ قرآن کریم کا بیان ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو صالح کے گھر پر چھاپہ مارو اور اُسے اور اس کے گھرانے کو تہ تیغ کر دو اور صاف مکر جاؤ کہ ہمیں کیا خبر کہ کس نے مارا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے اس مکر کے مقابل ہم نے بھی مکر کیا اور یہ ہمارے مکر سے بالکل بے خبر ہے اب انجام دیکھ لو کہ کیا ہوا؟ رات کے وقت اسی بدنیتی سے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کی طرف چلے آپ کا گھر پہاڑ کی بلندی پر تھا۔ ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے جو اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب ہی کو پیس ڈالا۔ ان کا تو یہ حشر ہوا ادھر جمرات کے

دن تمام ثمودیوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سُرخ ہو گئے اور ہفتے کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا۔ ان کے منہ سیاہ ہو گئے تین دن جب گذر گئے تو جو تھا دن اتوار کی صبح ہی صبح سورج کے روشن ہونے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑاکا ہوا جس کی ہولناک دہشت انگیز چنگھاڑ نے اُن کے کلیجے پھاڑ دیئے ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ہی ان سب کا ڈھیر ہو گیا مُردوں سے مکانات، بازار گلی کوچے بھر گئے۔ مرد عورت بچے بوڑھے اول سے آخر تک سارے کے سارے تباہ ہو گئے شانِ خدا دیکھئے کہ اس واقعہ کی خبر دنیا کو پہنچانے کے لئے ایک کافرہ عورت بچا دی گئی یہ بھی بڑی خبیثہ تھی، حضرت صالح علیہ السلام کی عداوت کی آگ سے بھری ہوئی تھی اس کی دونوں ٹانگیں نہ تھیں لیکن ادھر عذاب آیا اُدھر اُس کے پاؤں کھل گئے۔ اپنی بستی سے بڑی تیزی سے بھاگی اور تیز دوڑتی ہوئی دوسرے شہر میں پہنچی اور وہاں جا کر اُن سب کے سامنے سارا واقعہ بیان کیا بیان کر ہی چکی تھی جو اُن سے پانی مانگا ابھی پوری پیاس بھی نہ بجھی تھی جو عذاب خدا آپہنچا اور وہیں ڈھیر ہو کر رہ گئی۔ ہاں ابو رغال نامی ایک شخص اور بچ گیا تھا یہ یہاں نہ تھا حرم کی پاک زمین میں تھا لیکن کچھ دنوں کے بعد جب یہ اپنے کام کی غرض سے حدِ حرم سے باہر آیا اُسی وقت آسمان سے پتھر آیا اور اسے بھی واصلِ جہنم کیا۔ ثمودیوں سے سوائے حضرت صالحؑ اور اُن کے مؤمن صحابہؓ کے اور کوئی بھی نہ بچا۔ ابو رغال کا واقعہ اس سے پہلے حدیث سے بیان ہو چکا ہے قبیلہ ثقیف جو طائف میں ہے مذکور ہے کہ یہ اسی کی نسل سے ہیں۔ عبدالرزاق میں ہے کہ اس کی قبر کے پاس سے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم گذرے تو فرمایا کہ جانتے ہو یہ کس کی قبر ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ خدا اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے آپ نے فرمایا یہ ابو رغال کی قبر ہے یہ ایک ثمودی شخص تھا اپنی قوم کے عذاب کے وقت یہ حرم میں تھا اس وجہ سے عذاب خدا سے بچ رہا لیکن جب حرم شریف سے نکلا اُسی وقت اُسی قومی عذاب سے یہ بھی ہلاک ہوا اور یہیں دفن کیا گیا اور اسی کے ساتھ اس کی سونے کی لکڑی بھی دفنا دی گئی ہے چنانچہ لوگوں نے اُس گڑھے کو کھود کر اسی وقت اس میں سے وہ لکڑی نکال لی۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا تھا ثقیف قبیلہ اسی کی اولاد ہے ایک مرسل حدیث میں بھی یہ ہے کہ آپ نے فرمایا تھا اس کے ساتھ سونے کی شاخ دفن کر دی گئی تھی یہی نشان اس کی قبر کا ہے اگر تم کھود دو تو وہ شاخ ضرور نکل آئے گی چنانچہ بعض لوگوں نے اسے کھودا اور شاخ نکال لی۔ ابو داؤد میں بھی یہ روایت ہے اور حسن غریب ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے وصل کا طرف یہی ایک طریقہ بُجیر بن ابی بُجیر کا ہے اور یہ شخص اسی حدیث کے ساتھ معروف ہے اور بقول حضرت امام یحییٰ بن معینؒ سوائے اسماعیل بن ابی اُمیہ کے اسے اس سے اور کسی نے روایت نہیں کیا تو ڈر ہے کہ کہیں اس حدیث کے مرفوع کرنے میں خطا نہ ہو۔ یہ عبداللہ بن عمروؓ ہی کا قول ہو اور پھر اس صورت میں یہ بھی ممکنات سے ہے کہ انہوں نے اسے اُن دو دفتروں سے لیا ہو جو انہیں جنگ یرموک میں ملے تھے ہمارے اُستاد شیخ ابو الحجاج اس روایت کو پہلے تو حسن غریب کہتے تھے لیکن جب میں نے اُن کے سامنے یہ حجت پیش کی تو آپ نے فرمایا بیشک ان امور کا اس میں احتمال ہے واللہ اعلم ؛

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ

اس وقت صالح ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی

وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

نبی کی نصیحت پر عمل نہ کرنے کا نقصان

قوم کی ہلاکت دیکھ کر افسوس و حسرت اور آخری ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر پیغمبر خدا حضرت صالح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں تو تمہیں رب کی رسالت

نے فائدہ پہنچایا نہ میری خیر خواہی ٹھکانے لگی تم اپنی بے سمجھی سے دوست کو دشمن سمجھ بیٹھے اور آخر تمہارے روز بد کو بلا ہی لیا چنانچہ آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب بدری کفار غالب آئے وہیں تین دن تک ٹھہرے رہے پھر رات کے آخری وقت اونٹنی کسوا کر آپ تشریف لے چلے، اور جب آپ اس گھاٹی کے پاس پہنچے جہاں ان کافروں کی لاشیں ڈالی گئی تھیں تو آپ ٹھہر گئے اور فرمانے لگے اے ابو جہل اے عتبہ، اے شیبہ، اے فلاں اے فلاں بتاؤ رب کے وعدے تم نے درست پائے ؟ میں نے تو اپنے رب کے فرمان کی صداقت اپنی آنکھوں دیکھ لی حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ آپ ان جسموں سے باتیں کر رہے ہیں جو مردار ہو گئے، آپ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں جو کچھ ان سے کہہ رہا ہوں اسے یہ تم سے زیادہ سن رہے ہیں لیکن جواب کی طاقت نہیں سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا تم نے باوجود میرے خاندان کے ہونے کے میرے ساتھ وہ برائی کی کہ کسی خاندان نے اپنے پیغمبر کے ساتھ نہ کی ہو تم نے باوجود میرے ہم قبیلہ ہونے کے مجھے جھٹلایا اور دوسرے لوگوں نے مجھے سچا سمجھا تم نے باوجود رشتہ داری کے مجھے دیس نکالا دیا اور دوسروں نے مجھے اپنے ہاں جگہ دی افسوس تم اپنے ہو کر مجھ سے برسرِ جنگ رہے اور دوسروں نے میری امداد کی۔ پس تم اپنے نبی کے بدترین قبیلے والے ہو۔ یہی حضرت صالح علیہ السلام اپنی قوم سے فرما رہے ہیں کہ میں نے تو ہمدردی کی انتہا کر دی۔ خدا کے پیغام کی تبلیغ میں تمہاری خیر خواہی میں کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن آہ تم نے اس سے کوئی فائدہ اُٹھایا نہ حق کی پیروی کی نہ اپنے خیر خواہ کی مانی۔ بلکہ اور اسے اپنا دشمن سمجھا۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ ہر نبی جب دیکھتا کہ اب میری امت پر عام عذاب آنے والا ہے تو انہیں چھوڑ کر نکل کھڑا ہوتا اور مکے شریف کے حرم میں پناہ لیتا۔ واللہ اعلم۔ مسند احمد میں ہے کہ حج کے موقع پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وادی عسفان پہنچے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ یہ کونسی وادی ہے؟ آپ نے جواب دیا وادی عسفان فرمایا میرے سامنے سے حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام ابھی ابھی گزر رہے اونٹنیوں پر سوار تھے جن کی نکیلیں کھجور کے پتوں کی تھیں کمبلوں کے تہہ بند باندھے ہوئے اور موٹی چادریں اوڑھے ہوئے تھے لبیک پکارتے ہوئے بیت اللہ شریف کی طرف تشریف لے جا رہے تھے یہ حدیث غریب ہے صحاح ستہ میں نہیں ؛

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ

اور ہم نے لوط کو بھیجا جبکہ انھوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ (٩)

(یعنی) تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد (انسانیت) ہی سے گزر گئے ہو

قوم لوط

ارشاد ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بھی ہم نے اُن کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا تو ان کے واقعہ کو بھی یاد کرو۔ حضرت لوط علیہ السلام ہاران بن آزر کے بیٹے تھے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے آپ ہی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا اور آپ ہی کے ساتھ شام کی طرف ہجرت کی تھی۔ خدائے تعالیٰ نے انھیں اپنا نبی بنا کر سدوم نامی بستی کی طرف بھیجا آپ نے انھیں اور آس پاس کے لوگوں کو خدا کی توحید اور اپنی اطاعت کی طرف نیکیوں کے کرنے، برائیوں کے چھوڑنے کا حکم دیا۔ جن میں ایک برائی اغلام بازی تھی، جو ان سے پہلے دنیا میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس بدکاری کے موجد یہی ملعون لوگ تھے۔ عمرو بن دینارؒ بھی فرماتے ہیں جامع دمشق کے بانی خلیفہ ولید بن عبدالملک کہتے ہیں اگر یہ خبر قرآن میں نہ ہوتی تو میں اس بات کو کبھی نہ مانتا کہ مرد مرد سے حاجت روائی کر لے۔ اسی لئے حضرت لوط علیہ السلام نے ان حرام کاروں سے فرمایا کہ تم سے پہلے تو یہ ناپاک اور خبیث فعل کسی نے نہیں کیا۔ عورتوں کو جو اس کام کے لئے تھیں چھوڑ کر تم مردوں پر ریجھ رہے ہو۔ اس سے بڑھکر اسراف اور جہالت اور کیا ہوگی ؟ چنانچہ اور آیت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ ہیں میری بچیاں یعنی تمہاری قوم کی عورتیں۔ لیکن انھوں نے جواب دیا کہ

ہمیں ان کی چاہت نہیں، ہم تو تمہارے ان مہمان لڑکوں کے خواہاں ہیں۔ مفسرین فرماتے ہیں جس طرح مرد مرد آپس میں مشغول تھے اسی طرح عورتیں عورتیں آپس میں پھنسی ہوئی تھیں۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿۱۰﴾

اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں

سرکشی

قوم لوط پر نصیحت نے کارگر نہ ہوئی بلکہ الٹے دشمنی میں لگ گئے اور دیس نکالا دینے پر تل گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مع ایمانداروں کے وہاں سے صحیح سالم بچا لیا اور تمام بستی والوں کو ذلت و پستی کے ساتھ تباہ و غارت کر دیا۔ جو انھوں نے کہا کہ یہ بڑے پاکباز لوگ ہیں یہ بطور طعنے کے کہا تھا۔ اور یہ بھی مطلب تھا کہ یہ اس کام سے جو ہم کرتے ہیں دور ہیں پھر ان کا ہم میں کیا کام۔ مجاہدؒ اور ابن عباسؓ کا یہی قول ہے۔

فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۱۱﴾ وَأَمْطَرْنَا

سو ہم نے لوط کو اور ان کے متعلقین کو بچا لیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔ اور ہم نے ان پر

عَلَيْهِمْ مَطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۱۲﴾

ایک نئی طرح کا مینہ برسایا کہ وہ پتھروں کا تھا سو دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

عذاب عظیم

حضرت لوطؑ اور ان کا گھرانا خدا کے ان عذابوں سے بچ گیا جو لوطیوں پر نازل ہوئے بجز آپ کے گھرانے کے اور کوئی آپ پر ایمان نہ لایا تھا جیسے فرمان ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ یعنی وہاں جتنے مومن تھے ہم نے سب کو نکال لیا۔ لیکن بجز ایک گھر والوں کے وہاں ہم نے کسی مسلمان کو پایا ہی نہیں بلکہ خاندان لوط میں سے بھی خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہوئی کیونکہ یہ بدنصیب کافرہ ہی تھی بلکہ قوم کے کافروں کی طرفدار تھی اگر کوئی مہمان آتا تو اشاروں سے قوم کو خبر پہنچا دیتی۔ اسی لئے حضرت لوطؑ سے کہہ دیا گیا تھا کہ اسے اپنے ساتھ نہ لے جانا بلکہ اسے خبر بھی نہ کرنا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ساتھ تو چلی تھی لیکن جب قوم پر عذاب آیا تو اس کے دل میں ان کی محبت آگئی اور رحم کی نگاہ سے انھیں دیکھنے لگی وہیں اسی وقت وہی عذاب اس بدنصیب پر بھی آگیا لیکن زیادہ ظاہر قول پہلا ہی ہے یعنی نہ اسے حضرت لوطؑ نے عذابوں کی خبر کی نہ اسے اپنے ساتھ لے گئے یہ یہیں باقی رہ گئی اور پھر ہلاک ہو گئی غابرین کے معنی بھی باقی رہ جانے والے ہیں جن بزرگوں نے اس کے معنی ہلاک ہونے والے کئے ہیں وہ بطور لزوم کے ہیں کیونکہ جو باقی تھے وہ ہلاک ہی ہونے والے تھے حضرت لوط علیہ السلام اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے شہر سے نکلتے ہی عذاب خدا ان پر بارش کی طرح برس پڑا۔ وہ بارش پتھروں اور ڈھیلوں کی تھی جو ہر ایک پر اس کے نشان زدہ آسمان سے گر رہے تھے گو خدا کے عذابوں کو بے انصاف لوگ دور سمجھ رہے ہوں لیکن حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ خود آپ خود دیکھ لیجئے کہ خدا کی نافرمانی اور رسول خدا کی تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں لوطی فعل کرنے والے کو اونچی دیوار سے گرا دیا جائے پھر اوپر سے پتھراؤ کر کے اسے مار ڈالنا چاہئے کیونکہ لوطیوں کو خدا کی طرف سے یہی سزا دی گئی اور علمائے کرام کا فرمان ہے کہ اسے رجم کر دیا جائے خواہ وہ شادی شدہ ہو یا بے شادی شدہ ہو۔ امام شافعیؒ کے دو قول میں سے ایک یہی ہے۔ اس کی دلیل مسند احمد، ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے تم لوطی فعل کرتے پاؤ اسے اور اس کے نیچے والے کو دونوں کو قتل کر دو۔ علماء کی ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ بھی مثل زناکاری کے ہے۔

شادی شدہ ہوں تو رجم ورنہ سو کوڑے، امام شافعیؒ کا دوسرا قول بھی یہی ہے عورتوں سے اس قسم کی حرکت کرنا بھی چھوٹی لواطت ہے اور باجماعِ امت حرام ہے۔ بجز ایک شاذ قول کے۔ اور بہت سی حدیثوں میں اس کی حرمت موجود ہے اس کا پورا بیان سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکا ہے۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو بھیجا　انھوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں

قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ ۖ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا

تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو　اور لوگوں کا ان چیزوں میں

النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ

نقصان مت کیا کرو　اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ　یہ تمہارے لئے

خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ①

نافع ہے　اگر تم　تصدیق　کرو

مدین

مشہور مورخ حضرت امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ لوگ مدین بن ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ حضرت شعیبؑ میکیل بن یشجر کے لڑکے تھے ان کا نام سریانی زبان میں یثرون تھا یہ یاد رہے کہ قبیلے کا نام بھی مدین تھا اور اس بستی کا نام بھی یہی تھا۔ یہ شہر معان سے ہوتے ہوئے حجاز جانے والے کے راستے میں ہے آیت قرآن ؕ وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ میں شہر مدین کے کنوئیں کا ذکر موجود ہے اس سے مراد ایکہ والے ہیں جیسا کہ انشاء اللہ بیان کریں گے آپ نے بھی تمام رسولوں کی طرح انھیں توحید کی اور شرک سے بچنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ خدا کی طرف سے میری نبوت کی دلیلیں تمہارے سامنے آچکی ہیں۔ خالق کا حق بتا کر پھر مخلوق کے حق کی ادائیگی کی طرف رہبری کی اور فرمایا کہ ناپ تول کم دینے کی عادت چھوڑ دو لوگوں کے حقوق نہ مارو۔ یہ خیانت ہے کہ کہو کچھ اور دو کچھ فرمان ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ۝ ان ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے ویل ہے اللہ اس بدخصلت سے ہر ایک کو بچائے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام کا اور وعظ بیان ہوتا ہے آپ کو بسبب فصاحت عبارت اور عمدگی وعظ کے خطیب الانبیاء کہا جاتا تھا۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ

اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو　کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو　دھمکیاں دو　اور اللہ کی

بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ ۖ وَانظُرُوا

راہ سے روکو　اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو　اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا　اور دیکھو

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ② وَإِن كَانَ طَائِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا

کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا　اور اگر تم میں سے　بعضے اس حکم پر

بِالَّذِیْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰی یَحْكُمَ اللّٰهُ

جس کو دے کر مجھ کو بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے تو ذرا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ

بَیْنَنَا ۚ وَهُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۳﴾

فیصلہ کئے دیتے ہیں۔ اور وہ سب فیصلہ کرتے والوں سے بہتر ہیں۔

کچھ نصائح فرماتے ہیں کہ لوگوں کے راستے نہ روکو کہ ڈاکہ زنی کے طور پر بیٹھ گئے جو نکلا ڈرا دھمکا کر اس کا مال دھروا لیا۔ چنگی وصول کرلی میرے پاس ہدایت حاصل کرنے کے لئے جس نے آنا چاہا اُسے خوفزدہ کرکے روک دیا۔ ایمانداروں کو خدا کی راہ پر چلتے ہیں روڑے اٹکائے راہ خدا کو ٹیڑھا کر دینا چاہا۔ ان تمام برائیوں سے بچو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے بلکہ زیادہ ظاہر یہی ہے کہ ہر رستے پر نہ بیٹھنے کی ہدایت سے تو قتل و غارت سے روک ہو جو اُن کی عادت تھی اور راہِ حق سے مؤمنوں کو نہ روکنے کی ہدایت پھر کی ہو۔ تم اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ گنتی میں، قوت میں تم کچھ نہ تھے بہت ہی کم تھے۔ اس نے اپنی مہربانی سے تمہاری تعداد بڑھادی اور تمہیں زور آور کردیا۔ رب کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرو۔ عبرت کی آنکھوں سے اُن کا انجام دیکھ لو، جو تم سے پہلے ابھی ابھی گذرے ہیں جن کے ظلم و جبر کی وجہ سے جن کی بدامنی اور فساد کی وجہ سے رب کے عذاب اُن پر ٹوٹ پڑے وہ خدا کی نافرمانیوں میں رسولوں کے جھٹلانے میں مشغول رہے، دلیر ہو گئے جس کے بدلے خدا کی پکڑ اُن پر نازل ہوئی۔ آج اُن کی ایک آنکھ جھپکتی ہوئی باقی نہ رہی۔ کھوج نکل گیا۔ ستیاناس ہوگیا دیکھو میں تمہیں صاف صاف ایک ایک بات بتلا دوں۔ تم میں سے ایک گروہ مجھ پر ایمان لاچکا ہے اور ایک گروہ نے میرا انکار اور بری طرح مجھ سے کفر کیا ہے اب تم آپ دیکھ لوگے کہ مددِ خدا کس کا ساتھ دیتی ہے اور خدا کی نظروں سے کون گرجاتا ہے تم رب کے فیصلے کے منتظر رہو، وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے اچھا اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے تم آپ دیکھ لو کہ خدا والے بامراد ہوں گے اور دشمنانِ خدا نا شاد ہوں گے۔

الحمد للہ ترجمہ تفسیر ابن کثیر کا آٹھواں پارہ پورا ہوا۔